جامعہ مدنیہ (جدید) کا ترجمان

علمی دینی اصلاحی مجلہ

# انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

مارچ ۲۰۰۱ء

ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماھنامہ

# انوار مدینہ

جلد : ۹ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ ـ مارچ ۲۰۰۱ء شمارہ : ۳

مدیر اعلیٰ

## سیّد محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ
لاہور

### بدل اشتراک

| | |
|---|---|
| پاکستان فی پرچہ ۴ روپے ـــــ سالانہ | ۱۳۰ روپے |
| سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی | ۵۰ ریال |
| بھارت، بنگلہ دیش | ۶ امریکی ڈالر |
| امریکہ، افریقہ | ۱۶ ڈالر |
| برطانیہ | ۲۰ ڈالر |

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ــــــ سے آپ کی مدّتِ خریداری ختم ہو گئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ــــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے

دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

پوسٹ کوڈ : ۵۴۰۰۰ فون : ۲۰۰۵۷۷

فون / فیکس نمبر : ۹۲-۴۲-۷۷۲۶۷۰۲

E-mail jamiamadaniajadeed@hotmail.com

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

## اِس شمارے میں


حرفِ آغاز ———— ۳

درسِ حدیث ———— حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ ———— ۶

مسائلِ قربانی ———— ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ———— ۱۴

اولاد کی تعلیم و تربیت ———— مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری ———— ۲۵

مولانا اوکاڑوی مرحوم ———— مولانا نعیم الدّین صاحب ———— ۲۹

ربانی اور شیطانی نظام کی کشمکش ———— مولانا راشد وحید قاسمی صاحب ———— ۴۰

شرک کی اقسام ———— ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ———— ۴۵

مولانا ضیاء القاسمی صاحبؒ ———— محمد عثمان بیگ فاروقی ———— ۴۹

تیرا بندہ ہوں تو گن گاؤں تیرے اللہ ———— سیّد امین گیلانی صاحب ———— ۵۴

نل سے وضو کا مشروع طریقہ ———— ۵۵

قطعۂ تاریخ ———— ۵۶

بزم قارئین ———— ۵۸

وفیات ———— ۶۱

اخبار الجامعہ ———— مولوی محمد قاسم ———— ۶۲


رابطہ : دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہٗ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حرفِ آغاز

سیّد محمُود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

کرۂ ارض ایک مُدّت سے زلزلوں کی لپیٹ میں ہے اور دن بدن اس میں اضافہ ہی ہوتا چلا جارہا ہے۔ سائنسی اعتبار سے اس کی جو بھی وجوہات ہوں وہ اپنی جگہ مگر اس کی حقیقی وجہ جیسا کہ حدیث شریف میں بیان فرمائی گئی ہے گناہوں کی کثرت ہے جوں جوں گناہ بڑھتے جائیں گے زمین دہلتی چلی جائے گی۔ اسی طرح حدیث شریف میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جب دجال کے نکلنے میں چند برس باقی رہ جائیں گے تو آسمان سے پانی کا برسنا سال بہ سال کم ہوتا چلا جائے گا اور اس حساب سے اناج کی پیداوار میں بھی ہر سال کمی ہوتی جائے گی۔ اب اگر دیکھا جائے تو دُنیا میں پانی کی قلت اور زلزلوں کی کثرت ہوتی جارہی ہے اور اس تباہی سے مُسلمان زیادہ متأثر ہورہے ہیں اس کی وجہ مُسلمانوں کی نافرمانیوں میں اضافہ ہے اس لیے کہ مُسلمان کو دُنیا میں ڈھیل نہیں ہے اور آخرت میں ڈھیل ہی ڈھیل ہے اور کافر کو دُنیا میں کچھ عرصہ کی ڈھیل ہے اور آخرت میں ہمیشہ کے لیے کسائی ہے ایسے ہی اور بہت سے گناہ ہیں جن میں اُمّت فی الوقت مُبتلا ہے جن کا ایک وبال یہود و نصاریٰ کا غلبہ اور مُسلمانوں کے دلوں میں دُشمن کے رعب کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے۔ ان سب مصیبتوں سے نجات اور کُفر کے رعب کو دلوں میں سے نکالنے کے لیے گناہوں سے توبہ اور جہاد کو زندہ کرنا ضروری ہے موجودہ خطرناک صُورتِ حال کی اہمیّت کے پیشِ نظر حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب دامت برکاتہم کا

گرامی نامہ اداریہ کا حصّہ بنایا جا رہا ہے جو بندہ کے نام آیا ہے اور جس میں خاص طور سے عُلماء کرام کو انتہائی اہم بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

## مکتوب گرامی مولانا عاشق الٰہی صاحب دامت برکاتہم

محترم المقام جناب مولانا سیّد محمود صاحب دام مجدہم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حالاتِ حاضرہ تو آپ کو معلوم ہی ہیں اُن کے پیشِ نظر بہت زیادہ اللہ جل شانہٗ کے حضور میں گڑگڑا کر دُعائیں کرنے کی ضرورت ہے دُعاؤں کے الفاظ جو اللہ جل شانہ نے القاء فرمائے احقر نے لکھ دیے ہیں آپ کے پیشِ نظر ہیں آپ اپنی طرف سے کچھ مزید ترغیب دیں اور اس دُعا کو اپنے ماہنامہ میں شائع کر دیں تاکہ مسلمانوں تک پہنچ جائیں۔ نمازی حضرات ہر نماز کے بعد بلند آواز سے اخلاص اور حضورِ قلب کے ساتھ پڑھیں ایک شخص ان الفاظ کو دہرائے اور حاضرین بلند آواز سے آمین کہتے جائیں الفاظ کو بدلنے اور کمی بیشی کرنے کا اختیار ہے۔ ہر مسجد تک یہ آواز پہنچ جانی چاہیے۔

والسّلام

محمّد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ

## درد بھری دُعاء

ہر نماز کے بعد حمد و صلاۃ کے بعد یوں دُعاء کریں۔

اے اللہ پاک زمین فساد سے بھر گئی ہے ظالم اور کافر اہلِ ایمان کے اور اُن کے مدرسوں اور دینی اداروں کے دُشمن بن گئے ہیں، علماء اور صلحاء کو قتل کرنے اور دینی اداروں کو تباہ کرنے کے عزائم لیے ہوئے ہیں، مدارس اور مساجد اور نمازیوں پر اور طلباء علوم اسلامیہ پر حملے کرتے ہیں، بم چھوڑتے ہیں اور دھماکے کرتے ہیں، اے اللہ ان مجرموں کو

ہدایت دے، اگر ان کی تقدیر میں ہدایت نہیں ہے تو اُنھیں برباد کر دے اور اہلِ ایمان کو امن و ایمان کی زندگی نصیب فرما، جو افراد یا حکومتیں ظالموں اور چوروں اور ڈاکوؤں اور غنڈوں کی مدد کرتی ہیں اور اُن کی پشت پناہی میں لگی ہوئی ہیں اُن کو بھی تباہ و برباد کردے، اے اللہ پاک تو قوی اور قادر ہے اور جو طاقتیں اور حکومتیں اسلام کی دُشمن ہیں اُن کو برباد کر دے جیسا کہ تُو نے پُرانی نافرمان اُمّتوں کو برباد کیا، اے اللہ تعالیٰ دُنیا بھر میں جتنے بھی کافر ہیں اُن میں جن کی قسمت میں ایمان لانا ہے اُن کے لیے ایمان قبول کرنا آسان فرما تاکہ وہ بلا خوف و خطر ایمان قبول کرلیں اور جن کی قسمت میں ایمان لانا نہیں ہے یہود ہوں یا نصاریٰ یا دوسرے مُشرکین ان سب کو برباد کر دے ان کی حکومتوں کو ختم کر دے اور اُن کے غرور اور تکبّر کو خاک میں ملا دے، مُسلمانی حکومتوں کو پُوری طرح اسلام پر چلنے کی توفیق دے جو بھی کوئی شخص نظامِ اسلام نافذ کرنے کے درمیان آڑے آئے اس کی سخت گرفت فرما، اے اللہ پاک ظالموں اور چوروں اور ڈاکوؤں اور لٹیروں کے ہاتھ توڑ دے اور اُن کی آنکھیں پھوڑ دے، اے اللہ ہمارے دینی اداروں کی حفاظت فرما۔ عُلماءِ حق کی حفاظت فرما، اور ان اداروں کے دُشمنوں کا مُنہ کالا کر اور دُشمنانِ اسلام کو اموات اور بُرے امراض میں مُبتلا فرما، اے اللہ پاک ہم تیرے بندے ہیں تجھ سے التجا کرتے ہیں ہم پر رحم فرما، ہمارے دُشمنوں کو تباہ و برباد فرما، مُسلمانوں کے سب سے بڑے دُشمن یہود و نصاریٰ ہیں اسلام کے خلاف سازشیں کرنے میں بہت آگے بڑھ چکے ہیں اور قومِ عاد کی طرح مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً کے گھمنڈ میں مُبتلا ہیں اے اللہ تو ان دُشمنوں کو نیست و نابود کر دے، اے اللہ جو لوگ فی سبیل اللہ جہاد کر رہے ہیں ان کو کامیابی عطا فرما اور اہلِ اسلام کو ان کی اعانت اور مدد کی طرف متوجہ فرما اور ہم سب کو اپنے نیک بندوں میں شمار فرما (آمین یا رب العالمین)

صلى الله وسلم دائما ابدا على حبيبك خير الخلق كلهم

درس حدیث

# سیّدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ
# بنواُمیّہ اور تاریخی پس منظر

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز

ترتیب و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۳۰، سائیڈ بی، ۸۴-۲-۲۴

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّدٍ وّاٰلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد ! جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایات گزری ہیں جن میں یہ تھا کہ حضرت حسنؓ کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مشابہت تھی ایک یہ بھی تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بھی ایسے ہی حال تھا، اُن کو بھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مشابہت تھی اُس میں یہ بھی آیا تھا کہ حضرت عبداللہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں اُن سے پُوچھا گیا کہ اگر کوئی آدمی حج یا عُمرہ کرنے والا احرام کی حالت میں مکھی مار دے تو اُس کو کیا فِدیہ دینا ہوگا، کیا صدقہ دینا ہوگا ؟ تو اُس پر اُنھوں نے فرمایا تھا کہ دیکھو یہ عراق سے آیا ہُوا ہے اور یہ مجھ سے یہ مسئلہ پُوچھ رہا ہے حالانکہ قد قتلوا ابن بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اُنھوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صاحبزادی کے بیٹے (نواسے) کو شہید کر دیا اُس وقت اُنھیں خیال نہ آیا کہ اَب ہم کیا کر رہے ہیں اور مکھی کے بارے میں سوال ہے کہ اُس کا فِدیہ کیا ہوگا۔

### رسول کی پسند اللہ کی پسند ہے

اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ ھما ریحانتی من الدنیا یہ دونوں کے دونوں دُنیا میں میری خُوشبو ہیں اور جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پسند فرماتے ہیں جنھیں محبوب رکھتے ہیں تو یہ قدرت کی طرف سے سمجھا جاتا ہے کہ فلاں صحابی کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پسند فرمایا تو اللہ کو بھی وہ پسند تھے یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ پسند فرمایا تو وہ خُدا کو پسند تھے رسول کی پسند اللہ کی پسند شمار کی گئی۔

### حضرت حسینؓ کی شہادت اور تاریخی پس منظر

یہاں ایسے ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جب زمانہ آتا ہے شہادت کا تو اس سے پہلے جو حالات چل رہے تھے وہ میں عرض کر رہا تھا کہ

### حضرت معاویہؓ کا زُہد و حکمرانی کا عرصہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تقریباً چالیس سال حکومت کی ہے جن میں سے اٹھارہ یا بائیس سال غالباً پُوری حکومت کے حکمران رہے اُس سے پہلے اٹھارہ سال حکمرانی کی ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے حکومت اتنے عرصہ چلائی ہے کہ میں حکومت کرتے کرتے تھک گیا ہوں یہ تو اُن کے زُہد کی دلیل ہے دُنیا سے محبّت نہ ہونے کی دلیل ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ جو وہ کرتے تھے وہ برائے اصلاحِ رعیّت کرتے تھے ورنہ جو آدمی اتنے بڑے منصب اور عہدے پر پہنچ جائے خلیفہ ہو، امیر المومنین ہو۔ پھر وہ یہ نہیں سوچتا کہ مَیں نے اتنے دن حکومت کی ہے وہ آخری وقت تک چاہتا ہے کہ وہ حکومت کرتا رہے چھوڑنا چاہتا ہی نہیں سوائے اس کے کہ دُنیا سے اُسے محبّت نہ ہو تو یہ اُن کی دُنیا سے محبّت نہ ہونے کی دلیل ہے کہ جو کچھ وہ چاہتے تھے وہ اُن کی رائے تھی کہ مَیں مفید ہو سکتا ہوں اُمّت مسلمہ کے لیے زیادہ میں کام کر سکتا ہوں زیادہ میں چلا سکتا ہوں زیادہ، اس طرح کی رائے جو بھی تھی اُن کی اس لیے تھی۔

### صحابہؓ کے بارے میں نیک گمان رکھنا ضروری ہے

صحابہ کے بارے میں نیک ہی گمان رکھنا ہی اپنی آخرت کے لیے مفید ہے۔ تو حالات اُن کے جو آخری دَور کے ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں ایک آدمی صحابی سے حدیث سُن کر گیا تھا وہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سُنا دی، اُس میں یہ مضمون آتا ہے کہ شہید کو بلایا جائے گا۔ قیامت کے دن اُس سے پُوچھا جائے گا کہ تم نے کیا کیا تھا دُنیا میں وہ کہے گا کہ مَیں تیری راہ میں لڑا اور جان دے دی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو میرے لیے نہیں لڑا تھا بلکہ اس لیے لڑا تھا کہ کہا جائے کہ یہ بڑا بہادر ہے تو میرے چرچے ہوتے۔ دُنیا میں تو بدلہ تجھے مِل چکا تیرے آنے کے بعد تیرے مارے جانے کے بعد، تاریخوں میں تیرا نام آیا تجھے بہت کچھ ملا وہاں حکومت کی طرف سے انعامات ملے۔ مثال کے طور پر ایک شخص اس لیے لڑتا ہے کہ مَیں اگر مر جاؤں تو میرے بال بچّوں کے لیے یہ ہو اور مجھے نشانِ حیدر ملے تو یہ نیّت صحیح نہیں ہے خُدا کو پسند نہیں ہے، جنھیں مِلا ہے اُن کے لیے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے وہ اُن کی نیّتوں پر ہے خُدا جانتا ہے اور وہ جانتے ہیں کیونکہ نیک نیّت لوگوں کا بھی نام ہوتا ہے اور اُن سے زیادہ

ہوتا ہے، دیرپا ہوتا ہے۔ لوگ نمونے کے طور پر پیش کرتے ہیں بُرے بھی اُن کا نام اچھائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور دوسرے جو طبقات ہوتے ہیں اُن کا نام بھی چلتا ہے اور یہی آتا ہے کہ جو غیر مسلم ہیں وہ جو کچھ کریں گے اُن کا بدلہ اُن کے لیے یہ ہوگا کہ راحت آسائش، صحت، دولت، نام اور بس اور مقصد بھی اُن کا یہی ہوا کرتا ہے لہٰذا دیکھ لیں کہ یہ میو ہسپتال چل رہا ہے، لارڈ میو نے شاید اسے قائم کیا تھا جو گورنر تھا اُس کے نام پر ہی نام رکھا گیا۔ گنگا رام ہسپتال گنگا رام کے نام پر ہی نام رکھا گیا تھا تو ایک عرصہ تک نام ہی نہیں بدلے تقسیم بھی ہوگئی مذہب کی بُنیاد پر سب کچھ ہوگیا نام وہی چل رہا ہے نہرو گارڈن، گاندھی گارڈن کراچی میں چلے آرہے ہیں تو اُن کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث سُنائی گئی اور پھر اسی طرح کے کلمات آتے ہیں حافظ کے بارے میں، عالم کے بارے میں قاری کے بارے میں العیاذ باللہ صدقہ دینے والے کے بارے میں، سخی آدمی کے بارے میں وہ کہے گا میں نے تیرے لیے کیا جواب یہ ہوگا اللہ کی طرف سے کہ وہ تُو نے میرے لیے نہیں کیا وہ تو اس لیے کیا تھا کہ تیرا چرچا ہو، بڑا عالم ہے بڑا قاری ہے بڑا سخی ہے بڑا مجاہد ہے چرچے کے لیے کیا تھا وہ تجھے حاصل ہوگیا اور پھر فرمایا جائے گا جاؤ لے جاؤ جہنم میں العیاذ باللہ کیونکہ نیکی جو ہے وہ تو ہوئی ہی نہیں اور بُرائی قائم ہے

**حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حدیث کا اثر**

تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سُنی تو رونے لگے اور بیہوش ہوگئے اور اُنھوں نے کہا فقد جائنا ھذا بشر یہ آدمی ہمارے لیے ایک تکلیف دہ چیز لے کر آیا ہے یعنی اس کو اندازہ ہی نہیں تھا اُن کے مزاج کا یا اُن کے تقوے کا اُن کی قلبی کیفیت کا کہ دل میں کیا ہے کتنا خوف ہے خشیت ہے دل میں؟

معلوم ہوتا ہے کہ بالکل آخری ایام جو ہیں اُن میں تو زُہد کا بہت ہی زیادہ غلبہ تھا تو وہ یہ فرماتے ہیں کہ میں نے اتنے عرصہ حکومت کی کہ میں تنگ آگیا، جی بھر گیا ہے میرا لیکن حالات وہ تھے جو میں نے آپ بتلائے ہیں کہ بنو امیہ بڑھتے بڑھتے، بڑھتے بڑھتے بہت آگے آگئے ہر جگہ وہی ہوگئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دَور میں بھی۔

**بنو امیہ کی ترقی کی ابتداء اور وجہ**

اس وقت سے بڑھنا شروع ہوتے تھے جب ایک دھچکہ لگا تھا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو کہ ہم ملنے آئے ہوئے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور پہلے سے بیٹھے ہیں اور بلال رضی اللہ عنہ بعد میں آئے ہیں اُنھیں بلا لیا اور ہمیں انتظار میں رہنے دیا اور یہ اُنھوں نے کوئی بُری بات نہیں سوچی، انتقامی بات نہیں سوچی بلکہ اپنی کمی پہ نظر کی۔

**ایک خاص خُوبی جو ایمان کا تقاضا ہے**

اور ایمان جب آجائے آدمی میں تو یہ خُوبیاں ہی خُوبیاں لاتا ہے ایک بہت بڑی خُوبی یہ ہے کہ اپنی خرابی پر نظر پڑنے لگتی ہے تو اپنی خرابی پر نظر پڑی پھر اُنھوں نے اس کی تلافی کا طریقہ سوچا اُس کی وجہ سے وہ شام کی فتوحات میں شامل ہوئے بڑی تعداد میں اُس وقت سے یہ لوگ آئے اور حضرت معاویہؓ کے آخری دَور تک رہے اَب یہ سوچتے کہ میرے بعد اگر ہمارے قبیلے کے علاوہ کوئی اور آئے گا تو حکومت چلا نہیں سکے گا اُنھیں چلانی مشکل ہوجائے گی تو اس میں بہتر یہی ہے کہ ہمارے خاندان میں سے کوئی آدمی آئے اور خاندانوں کے لوگ بھی تھے کوئی ایسی بات نہیں تھی اُنھوں نے پھر یہ مشورہ کیا اور سوچا یہ کہ یزید کو کہہ دیا جائے۔

**یزید کا رویّہ، اولاد بُرائی نیک باپ سے چُھپ کر کرتی ہے**

یزید کے بارے میں یہ ہے اور آپ ہر وقت یہ دیکھتے بھی ہیں کہ اگر کوئی نیک باپ کی اولاد ہو اور باپ سے ڈرتی بھی ہو وہ اگر کوئی بُرائی کرے گی بھی تو بہت چُھپ کر کہ باپ کو پتہ نہ چلنے پائے جو باپ کا مزاج ہے اُس کے سامنے اُسی مزاج کے مطابق آئیں گے وہی خبریں بھی پہنچائیں گے باپ تک جو باپ کے مزاج کے مطابق ہوں تو یہی حال یزید کا تھا، باہر کے لوگ جو تھے اُن میں چرچا تھا کہ اس کا سلوک اچھا نہیں ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سامنے وہ بُرائی نہیں لاتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے اُن کے سامنے پُورا نقشہ نہیں تھا

**ایک مزاج ایسا بھی ہوتا ہے، نیز حکومت محض عیاشی نہیں ہوتی**

پھر ایک بات اور بھی ہوتی ہے کہ ایک آدمی ہے جب تک غیر ذمہ دار ہے تو غیر ذمّہ دار ہے اور ذمّہ داری اس پہ پڑ جاتی ہے تو پھر اُس میں تبدیلی آتی ہے حکومت جو ہے یہ محض عیّاشی کا سامان ہی نہیں ہے کہ بڑی تفریح ہو، جو چاہے کرے اختیارات ہی اختیارات ہیں جس وقت جو جی میں آئے کرے وغیرہ وغیرہ یہ بات نہیں ہے بلکہ ایک بوجھ بھی ساتھ ہوتا ہے کہ مجھے چلانا ہے یہ کام حکومت ہاتھ سے نکل نہ جائے اور نکلنے کے راستے بھی اُس کے سامنے ہوتے ہیں کہ اس حکومت کے نکلنے کے راستے یہ ہو سکتے ہیں اُن کو سوچنا ہے اُن کا اُس کے ذہن پر بہت زیادہ دباؤ ہوتا ہے۔

**بادشاہوں کی عمر لمبی ہو ایسا کم ہُوا ہے**

بہت کم ملے گا ایسا کہ بادشاہ ہوں اور لمبی عمر بھی ہو جلدی جلدی مرتے رہتے ہیں پانچ سال دس سال دو سال ڈھائی سال پانچ سال دس سال تو اَب دیکھ لیں آپ یہ بڈھے بڈھے جو آرہے ہیں، حکومت رُوس میں وہ جلدی جلدی ختم ہوتے جا رہے

ہیں اب آندروکوف آیا، آتے ہی تھوڑے دن گزرے بیمار ہوگیا وہ بوجھ جو بڑا دماغ پر پُوری دُنیا کے نقشے کا اور حالات کا تو وہ نہیں برداشت ہوسکا بیمار ہوگیا حتّٰی کہ جو آتا ہے جوانی کی حالت میں یا ادھیڑ عمری کی حالت میں بہرحال بوجھ بڑا ہوتا ہے وہ نہیں سنبھالا جاسکتا۔ یزید بھی اسی طرح مرا ہے اس کے لیے بھی یہی چیز کچھ ہُوئی کہ حالات ایک دم بگڑ گئے۔ چلایا کچھ دنوں لیکن نہیں چل سکے پھر ختم ہوگیا تو حضرت معاویہؓ نے سوچا، طے کیا، مشورہ کیا اور پھر اُس کے لیے دَورہ کیا باقی مصاحب ہیں جو یزید میں کمی رہے گی اس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اراکینِ دولت، وزراء کے درجے کے، مشورے دینے والے مصاحب پُورا کر دیں گے اُنھوں نے اپنے ذہن میں جو بات سوچی وہ یہ تھی اور یہ سوچنا کوئی بُری بات نہیں ہے اُنھوں نے حکومت کا بھلا ہی سوچا تھا۔ اب اُنھوں نے دَورہ کیا رائے لی اور یہ کہ لوگ اس کی حکومت کو میرے بعد مان لیں قبول کرلیں چنانچہ کوفہ گئے ہیں مکہ مکرّمہ گئے ہیں مدینہ منورہ گئے ہیں اور یہاں کے لوگوں کا اندازہ اُنھوں نے کیا ہے وہ پسند نہیں کر رہے تھے اس کو یہ کوشش معلوم ہوتا ہے مہینوں یا ایک آدھ سال تک چلی ہو۔

**ناخوشگوار واقعہ**

اس دوران کئی واقعے ناخوشگوار بھی پیش آئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس وقت مروان مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو بدل کر اس کی جگہ دوسرا آدمی کر دیا تھا۔ مروان نے جمعہ کے دن تقریر میں یزید کا ذکر شروع کیا اور منشا یہ تھا کہ لوگ اس کی طرف مائل ہوں فضا سازگار بنے یہ روایت اور تاریخی واقعہ بخاری شریف میں سورۃ احقاف کی تفسیر میں آتا ہے۔ کہ یزید ابن معاویہ کا ذکر کرنے لگا تاکہ اُن کے والد کے بعد اُس سے بیعت کر لی جائے۔ لکی یبایع لہ بعد ابیہ

**ہرقلی عادتیں**

عبدالرحمٰن ابن ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا۔ اعتراض کے کلمات تاریخ میں مختلف ہیں اِنھوں نے فرمایا کہ یہ ہِرَقْلِی عادت ہے شام کا بادشاہ جو رُومی تھا اُس کی نسل میں چلی آرہی ہے یہ چالیس کے قریب بادشاہ نسلاً بعد نسلٍ گزرے تھے وہ اٹلی کا تھا رُوم کا تھا وہاں سے چلے تھے یہاں پانچ سو سال تک حکومت کی تقریباً چالیس یا اکتالیس بادشاہ گزرے تھے تو اُنھوں نے کہا کہ یہ تو ہرقلی باتیں ہیں یہ ہرقلی باتیں اس لیے کہا کہ ان کی شام پر حکومت تھی۔ دارالخلافہ شام تھا تو گویا تم نے اُس قوم کی عادتیں لے لیں جس قوم کو تم نے شکست دی تھی تو اُنھوں نے جب یہ جملے کہہ دیے تو مروان کو بُرے لگے، مروان نے کہا انھیں پکڑلو وہ اپنی بہن عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلے گئے مکان جو تھے وہ مسجد کی کروٹ میں (قریب ہی) تھے۔

**مروان کا جُھوٹ اور عائشہ رض کا جواب**

تو مروان نے کہا کہ یہ وہی آدمی ہے کہ جس کے بارے میں یہ آیت اُتری مذمّت کی اور آیت کا حوالہ دیا والذی قال لوالدیہ اُفٍ لکما یہ آیت اس کے بارے میں اُتری ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے بارے میں یہ آیتیں نہیں اُتریں صرف وہ آیتیں اُتری ہیں انزل اللہ عذری جن میں اللہ تعالیٰ نے میرے بارے میں میرے عذر کی صفائی کی ہے وہ آیتیں اُتری ہیں یعنی سورہ نُور کی دس آیتیں جو براءت (پاک دامنی) کی تھیں۔ حضرت عائشہ رض کی براءت کی تھیں جن میں حدِ قذف کا ذکر ہے کوئی آدمی جھوٹا الزام کسی پہ لگا دے زنا کاری کا تو کیا حکم ہے اس کا وہ آیتیں اُتری ہیں باقی ہمارے بارے میں قرآن پاک میں کوئی اور آیت نہیں اُتری یہ واقعہ۔ بخاری شریف[1] میں موجود ہے کچھ الفاظ جو ہیں "ہرقلیہ" وغیرہ یہ تاریخ میں ہیں باقی واقعہ سارا کہ حضرت عائشہ رض نے یہ جواب دیا یہ جواب دیا، اب اس کے بعد ایسے ہوتا ہے کہ وہ (حضرت عبدالرحمان ابن ابی بکر صدّیق رض) وہاں سے مکہ مکرّمہ جارہے تھے تو راستے میں اُن کی وفات ہوگئی۔

**دوسرا ناخوشگوار واقعہ**

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب آئے مدینہ منورہ تو تقریر کی تقریر کے بعد جب عام مجمع چھٹ گیا اور خصوصی لوگوں کا مجمع رہ گیا اتنا خُصوصی بھی نہیں معلوم ہوتا انداز سے بہرحال کم لوگ جب رہ گئے اور اُن میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے تو اُنھوں نے کہا جو آدمی ـــــ یہ کہتا ہے کہ وہ، ہم سے زیادہ حق دار ہے تو فلیطلع لنا قرنہ تو وہ اپنا سر اُٹھا کر دکھائے فلیطلع لنا قرنہ ہم اس آدمی سے بھی زیادہ حق دار ہیں اس معاملے میں اور اُس کے باپ سے بھی زیادہ فلنحن احق بہ منہ ومن ابیہ تو بہت سخت جُملے تھے یہ اور حضرت عبداللہ ابن عمر رض کو گویا خطاب کرنا تھا سُنانے تھے

**حضرت ابن عمر رض اور بیعت**

اور واقعہ اس طرح سے ہُوا تھا کہ وہ بیعت کرلے میں تأمل کر رہے تھے تو انھوں نے کہا کہ ہم زیادہ حق دار ہیں اس سے بھی اور اس کے والد سے بھی۔

**حضرت حفصہ رض کا مشورہ**

وہ (ابن عمر رض) گھر میں تھے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے جا کر بات کی کہ دیکھو اس طرح سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت قائم کی ہے اور ہمیں اُنھوں نے کسی چیز میں بھی داخل نہیں کیا بالکل نکال دیا ہے یعنی مُشیر رکھتے یا کچھ کرتے، کچھ نہیں

---

[1] بخاری شریف ج ۲ ص ۷۱۵ فقالت عائشہ من وراء الحجاب ما انزل اللہ فینا شیئا من القران الا ان اللہ انزل

کیا بالکل نظر انداز کر دیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اس وقت سر دھو رہی تھیں۔ سر دھو کر آئیں تو لٹوں سے پانی بہہ رہا تھا نَوسَاتُھَا تَنْطِفُ یہ تاریخی واقعہ بخاری شریف میں آیا ہے[1] اُنھوں نے کہا کہ تم جاؤ وہاں اور تمہارے نہ جانے میں ایک شر ہو جائے گا۔ ایسا نہ ہونا چاہیے یہ چلے گئے وہاں تو اُنھوں نے یہ جُملہ کہہ دیا۔ اُنھوں نے یہ جملہ کہا تو یہ سمجھ گئے۔

**حضرت ابن عمرؓ کا تحمّل اور اجر کی اُمّید**

ایک صاحب ہیں حبیب جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیکرٹری ہیں بعد میں اُنھوں نے اُن سے (ابن عمرؓ) پُوچھا کہ آپ نے جواب نہیں دیا اُن کا (حضرت معاویہؓ کا) اُنھوں نے کہا کہ مَیں نے سوچا تھا کہ میں جواب دُوں کہ آپ سے زیادہ حق دار وہ آدمی ہے کہ جس نے اُس وقت جہاد کیا تھا کہ جس وقت تم اور تمہارے باپ کُفر کی طرف تھے اور وہ (یعنی ہم) اسلام کی طرف تھے تو غزوہ خندق جو ہُوا ہے اس میں اور حضرت سفیانؓ تو بہرحال سب کے سردار ہی تھے۔ حضرت معاویہؓ بھی اُس طرف تھے اور اُس میں حضرت عبداللہ ابن عُمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ پھر آپ نے یہ کہا کیوں نہیں، کہنے لگے مَیں نے اس لیے نہیں کہا کہ میں جُملہ کچھ کہوں گا اور دُور دُور بات پھیلے گی، پُوری سلطنت میں جانے والے جائیں گے بات پھیلے گی۔ مَیں تو صرف جواب دوں گا مقصد میرا اس سے زیادہ نہیں ہوگا لوگ اس سے زیادہ مقصد لیں گے اور شر ہو گا اور پھر خواہ مخواہ خونریزی ہوگی تو اس خونریزی سے بچنے کے لیے مَیں نے کوئی جواب نہیں دیا مَیں نے کہا کہ صبر میں بھی خُدا نے وعدہ رکھا ہے۔ اعداللہ من الجنان اس لیے مَیں نے صبر کیا تو حبیب نے کہا حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ[2] آپ نے اپنے آپ کو بچا لیا یعنی عند اللہ بھی اور عند الناس بھی آپ نے صحیح بات کی اور صحیح طریقہ کار اختیار کیا۔

**حضرت معاویہؓ کے سخت جملہ کی حکیمانہ توجیہ**

تو اب ایسے ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کا یہ جملہ جو ہے کہ ہم اُس سے اور اُس کے والد سے بھی زیادہ حق دار ہیں۔ مَیں نے اُس پر غور کیا تو یُوں سمجھ میں آتا ہے کہ شام کی فتوحات جو ہُوئی ہیں پُورا شام کا علاقہ فلسطین، اُردن، لبنان اور آگے اس کے شمال میں ترکی کی طرف یہ فتح کرنے والے جو جنرل تھے جو کرنل تھے جو کمانڈر تھے چھوٹے یا بڑے بڑے وہ اصل میں ان کے خاندان کے تھے یہ کہتے ہیں کہ یہ علاقہ ہم نے فتح کیا ہے لڑ لڑ کر یہ ٹھیک ہے تمہارے والد (یعنی حضرت عمرؓ) امیر المومنین تھے حکم اُن کا تھا، لڑنے والے ہمارے خاندان کے لوگ تھے۔ اللہ نحن

---

[1] بخاری شریف ص ۵۸۹ ج ۲
[2] بخاری شریف ص ۵۹۰ ج ۲

احق بہ منہ و من ابیہ تو حضرت ابن عُمر اور حضرت عُمر رضی اللہ عنہم سے بھی زیادہ حقدار، جُملہ سخت تھا مگر یہ جُملہ ایسا ہے کہ جو اُنھوں نے اس نیت سے نہیں کہا کہ کسی کی توہین مقصود ہو جملہ ہے بس ایک، جیسے وقتی ہوتا ہے۔

**یکسوئی پھر پچھتاوا**

تو یہ حالات جب دیکھے تو حضرت ابن عمرؓ بالکل یکسو ہو گئے ساری عُمر کے لیے اور وہ بعد میں پچھتایا کرتے تھے رویا کرتے تھے کہ مَیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہو کر لڑا کیوں نہیں اگر مَیں بھی شامل ہو جاتا تو اور بھی بہت سے لوگ شامل ہو جاتے میں لڑا کیوں نہیں مَیں ایک طرف کیوں رہا؟ تو حضرت ابن عُمرؓ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ مانا ہے حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ جو عشرہ مبشرہ میں ہیں اُنھوں نے بھی خلیفہ مانا ہے اُنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیت المال سے وظیفہ لیا ہے لیکن لڑائی میں اُن کے ساتھ شریک نہیں ہوتے۔

**حضرت علیؓ کا حلم و عدل**

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ لِلّٰہِ منزل نزلہ سعد و ابن عمر یعنی بہت ہی اچھا درجہ ہے یہ بھی جو حضرت سعدؓ اور حضرت ابن عُمرؓ نے اختیار کیا ہے اگر میرے ساتھ نہ آنا میری نافرمانی کرنا گناہ ہے تو چھوٹا گناہ ہے اور اگر یہ نیکی ہے جیسے کہ اُن کا گمان تھا کہ ہم جائیں گے بھی لڑیں گے بھی تو سامنے تو مُسلمان ہی ہوں گے وہی مارے جائیں گے تو بہت بڑی نیکی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزاج میں انتہائی عدل و نرمی تھی تو اُنھوں نے ان دونوں کے بارے میں یہ فرمایا تو یہ پچھتایا کرتے تھے کہ اگر مَیں اُس وقت شامل ہوتا تو ایک طرف کا پلّہ بھاری ہو جاتا اور دوسری چیزیں جو تھیں وہ پیش نہ آتیں لیکن سب بعد از وقت تھا تو اُنھوں نے اُس وقت سے لے کر آخر حیات تک یہ خیال ہی ذہن سے نکال دیا کہ مَیں سیاسی آدمیوں کے ساتھ رہوں پھر کبھی سیاست میں حصّہ لیا ہی نہیں یکسو ہو کر رہ گئے بالکل تو حضرت معاویہؓ نے جب دَورہ کیا ہے اس چیز کے لیے (یعنی یزید کی نامزدگی کے لیے) تو اور لوگ جو تھے انھوں نے مخالفت کی، مخالفت کرنے والوں میں حضرت ابن عمرؓ کا نام نہیں ملے گا کہیں کیونکہ یہ قصّہ جب پیش آیا جو مَیں نے عرض کیا بخاری شریف کے حوالے سے کہ حضرت معاویہؓ نے کہا کہ ہمارے سامنے سر اُٹھائے ہم بات کریں گے دیکھیں گے اُسے کون ہے بس اُس کے بعد سے اُنھوں (ابن عمر رضی اللہ عنہ) نے یکسوئی اختیار کر لی۔ اور حضرت عبد الرحمٰن ابن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی لیکن وہ حیات نہیں رہے وہاں (مدینہ منورہ) سے جا رہے تھے (مکّہ مکرمہ) سفر میں کہ وہیں وفات ہو گئی۔

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

# مسائلِ قربانی

⊛*⊛

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب
مفتی جامعہ مدنیہ

## قربانی کس پر واجب ہے؟

۱۔ جس پر صدقہ فطر واجب ہے اس پر بقرعید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو کہ جس پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی اگر کر دے تو ثواب ہے۔

مسئلہ: قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ اولاد کی طرف سے واجب نہیں بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو۔ تب بھی اس کی طرف سے کرنا واجب نہیں ہے نہ اپنے مال میں سے نہ اس کے مال میں سے کیونکہ اس پر واجب ہی نہیں ہوتی لیکن اگر باپ اپنے مال میں سے اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے دے تو مستحب ہے۔ بیوی اور بالغ اولاد مالدار ہو تو اُن کو اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: بیوی اور بالغ اولاد مالدار ہو اور شوہر بیوی اور بالغ اولاد کے لیے اپنے پاس سے قربانی کے جانور لا دے تاکہ وہ قربانی کرسکیں تو جائز ہے۔

مسئلہ: جو بیٹا باپ کے ساتھ باپ کے کاروبار میں لگا ہو اور کاروبار میں اس کا اپنا حصّہ اور ملکیّت کچھ نہ ہو تو اگر اس کے علاوہ بیٹے کے پاس قربانی کا نصاب ہو تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور اگر نہیں ہے تو واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ: عورت کے پاس کچھ مال نہ ہو لیکن اس نے نصاب کے بقدر مہر شوہر سے ابھی لینا ہو تو اگر مہر معجل ہو اور شوہر مالدار ہو تو عورت پر قربانی واجب ہے اور اگر مہر معجل ہو لیکن شوہر فقیر ہے یا مہر ہی موجل ہو خواہ شوہر مالدار ہو یا فقیر ہو تو عورت پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر پہلے اتنا مالدار نہ تھا اس لیے قربانی واجب نہ تھی۔ پھر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے

سے پہلے کہیں سے مال مل گیا تو قربانی کرنا واجب ہے۔

۲۔ قربانی مقیم پر واجب ہوتی ہے مسافر پر نہیں۔

مسئلہ: قربانی کے تینوں دن اقامت کا ہونا شرط نہیں ہے۔ دسویں گیارہویں تاریخ کو سفر میں تھا پھر بارہویں تاریخ کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر پہنچ گیا یا پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کی نیت کرلی تو اَب قربانی کرنا واجب ہوگیا۔

مسئلہ: دسویں کو گھر میں تھا پھر گیارہویں کو سفر میں چلا گیا اور بارہویں کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر آگیا تو قربانی واجب ہوگی۔

مسئلہ: اگر مالدار قربانی کے دن گزرنے سے پہلے سفر پہ چلا گیا اور باقی وقت سفر میں گزرا تو اس سے قربانی ساقط ہے۔

مسئلہ: جو شخص حج پہ گیا اور حساب سے شرعی مسافر بنتا ہو اس پر قربانی واجب نہیں مثلاً ایک شخص ۲۵ ذی قعدہ کو مکّہ مکرمہ پہنچا۔ اب چونکہ منیٰ عرفات جانے میں پندرہ دن سے کم ہیں اس لیے یہ شخص مکّہ مکرّمہ میں اقامت کی نیت بھی کرلے تب بھی مقیم نہیں مسافر ہی رہے گا۔ اس لیے خواہ یہ شخص حج سے پہلے مدینہ منورہ جائے یا نہ جائے، بارہ ذی الحجہ تک یہ مسافر رہے گا اور اس پہ قربانی واجب نہ ہوگی۔

## قربانی کا وقت

مسئلہ: ذوالحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے تک قربانی کا وقت ہے چاہے جس دن قربانی کرے لیکن قربانی کا سب سے بہتر دن دسویں کا ہے پھر گیارہویں تاریخ پھر بارہویں تاریخ۔

مسئلہ: دسویں تاریخ کو شہر والوں کے لیے قربانی کا مستحب وقت عید کی نماز اور خطبہ کے بعد ہے جبکہ گاؤں والوں کے لیے کہ جس میں عید کی نماز نہیں ہوتی سورج طلوع ہونے کے بعد ہے۔

مسئلہ: گاؤں والوں کے لیے دسویں تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد بھی قربانی کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: امام عید کی نماز پڑھا چکا لیکن ابھی خطبہ نہیں پڑھا کہ کسی نے قربانی کردی تو قربانی جائز ہے۔

مسئلہ: امام کے نماز پڑھانے کے دوران قربانی کی تو قربانی نہیں ہوگی۔

مسئلہ : امام نے نماز پڑھائی پھر لوگوں نے قربانی کی اس کے بعد پتہ چلا کہ امام کا وضو نہ تھا اور امام نے بلاوضو عید کی نماز غلطی سے پڑھا دی تھی تو قربانی ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : اگر کسی عذر سے یا بلا عذر پہلے دن یعنی دسویں کو عید کی نماز نہیں ہوئی تو سورج کے زوال سے پہلے قربانی جائز نہ ہوگی البتہ زوال کے بعد جائز ہوگی اور دوسرے دن جب عید کی نماز پڑھی جائے تو نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : اگر عید کی نماز ہوئی اور پھر لوگوں نے قربانی کی۔ بعد میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ دن دسویں کا نہیں نویں ذی الحجہ کا ہے اور چاند دیکھنے میں غلطی ہوگئی تھی تو اگر باقاعدہ گواہی سے چاند کے ہونے کا اعلان کیا گیا تھا تو نماز اور قربانی دونوں جائز ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دن میں چاہے رات میں لیکن رات کو ذبح کرنا مکروہ تنزیہی ہے شاید کوئی رگ نہ کٹے اور اندھیرے میں پتہ نہ چلے اور قربانی درست نہ ہو۔

مسئلہ : اگر کوئی شہر کا رہنے والا اپنی قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے تو وہاں اُس کی قربانی عید کی نماز سے پہلے بھی درست ہے اگرچہ وہ خود شہر ہی میں موجود ہو۔ ذبح ہوجانے کے بعد اُس کو منگوالے۔

## قربانی کے جانور

مسئلہ : بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اُونٹ، اُونٹنی ان جانوروں کی قربانی دُرست ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی دُرست نہیں۔

مسئلہ : بکری سال بھر سے کم کی دُرست نہیں۔ جب پُورے سال بھر کی ہو تب قربانی دُرست ہے اور گائے، بھینس دو برس سے کم کی دُرست نہیں۔ پُورے دو برس کی ہوچکے تب قربانی دُرست ہے اُونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں ہے۔

تنبیہ : بکری جب پورے ایک سال کی ہوجاتی ہے اور گائے جب پُورے دو سال کی ہوجاتی ہے اور اُونٹنی جب پُورے پانچ سال کی ہوجاتی ہے تو اس کے نچلے جبڑے کے دُودھ کے دانتوں میں سے سامنے کے دو دانت گر کر دو بڑے دانت نکل آتے ہیں۔ نر اور مادہ کا یہی ضابطہ ہے تو دو بڑے دانتوں کی موجودگی جانور کے قربانی کے لائق ہونے کی اہم علامت ہے لیکن اصل یہی ہے کہ جانور اتنی عمر کا ہو اس لیے اگر کسی نے خود بکری پالی ہو اور وہ چاند کے اعتبار سے ایک سال کی ہوگئی ہو لیکن اس کے دو دانت ابھی نہ نکلے ہوں تو اس

کی قربانی دُرست ہے لیکن محض عام بیچنے والوں کے قول پر کہ یہ جانور پُوری عمر کا ہے اعتماد نہیں کرلینا چاہیے اور دانتوں کی مذکورہ علامت کو ضرور دیکھ لینا چاہیے۔

مسئلہ : دنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کے جانوروں میں رکھیں تو سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو سال بھر سے کم لیکن چھ ماہ سے زائد عمر کے دنبہ اور بھیڑ کی قربانی بھی دُرست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہیے۔

مسئلہ : جو جانور اندھا یا کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی روشنی سے زیادہ جاتی رہی ہو تو اُس کی قربانی دُرست نہیں۔

مسئلہ : جس جانور کا ایک کان تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو یا دُم تہائی سے زیادہ کٹی ہو تو قربانی دُرست نہیں۔

مسئلہ : جو جانور اتنا لنگڑا ہے کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہے چوتھا پاؤں رکھا ہی نہیں جاتا یا چوتھا پاؤں رکھتا تو ہے لیکن اس سے چل نہیں سکتا اس کی بھی قربانی دُرست نہیں اور اگر چلتے وقت وہ پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے اور چلنے میں اس سے سہارا لگتا ہے لیکن لنگڑا کر چلتا ہے تو اس کی قربانی دُرست ہے۔

مسئلہ : اتنا دُبلا بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ ہو اس کی قربانی دُرست نہیں اور اگر اتنا دُبلا نہ ہو تو دُبلے ہونے سے کچھ نہیں۔ اس کی قربانی دُرست ہے لیکن موٹے تازے جانور کی قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ : جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں اس کی قربانی دُرست نہیں اور اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جتنے باقی ہیں ان سے اگر وہ چارہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : جس جانور کی پیدائش ہی سے سینگ نہیں ہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے یا اُوپر سے خول اُتر گیا ہو تو اس کی قربانی دُرست ہے البتہ اگر سینگ جڑ سے یعنی دماغ کی ہڈی کے سرے سے ٹُوٹ گئے ہوں یا اُکھڑ گئے ہوں اور چوٹ کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو تو ایسے جانور کی قربانی دُرست نہیں۔

مسئلہ : رسولی والے جانور کی قربانی دُرست ہے۔

مسئلہ : بکری کا اگر ایک تھن یا اس کا سرا کسی آفت سے جاتا رہا ہو یا پیدائش سے ہی نہ ہو تو اس

کی قربانی درست نہیں۔ اُونٹنی اور گائے کے اگر دو تھن یا اُن کے سرے نہ ہوں تو قربانی نہ ہوگی اور اگر صرف ایک نہ ہو تو قربانی ہو جائے گی۔

مسئلہ: بکری کے ایک تھن اور گائے یا اُونٹنی کے دو تھنوں سے دُودھ اُترنا بند ہو گیا ہو یعنی وہ سوکھ گئے ہوں اور باقی سے دُودھ آتا ہو تو اُس کی قربانی دُرست نہیں۔

مسئلہ: جلالہ یعنی وہ جانور جو نجاست کھاتا ہو اور اس کی وجہ سے اُس کا گوشت بدبُودار ہو گیا ہو تو اس حالت میں اس کی قربانی دُرست نہیں۔

مسئلہ: بکری کی زبان نہ ہو مثلاً کٹ گئی ہو تو اُس کی قربانی دُرست ہے اور اگر گائے کی زبان تہائی یا زائد کٹی ہوئی ہو تو اُس کی قربانی دُرست نہیں کیونکہ گائے اپنی زبان سے چارہ لیتی ہے جبکہ بکری اپنے دانتوں سے لیتی ہے۔

مسئلہ: جس دُنبے کی پیدائش سے چکتی نہ ہو اُس کی قربانی دُرست نہیں اور اگر چکتی ہو لیکن اگر تہائی یا زائد کٹی ہوئی ہو تو قربانی دُرست نہیں۔

مسئلہ: بانجھ جانور کی قربانی دُرست ہے خواہ وہ ابتداء ہی سے بانجھ ہو یا بعد میں ہو گئی ہو۔

مسئلہ: حاملہ جانور کی قربانی ہو جاتی ہے لیکن جس کی ولادت قریب ہو اُس کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ بچّہ جو پیٹ میں سے نکلے وہ اگر زندہ ہو تو اس کو بھی ذبح کر لیا جائے اور اُس کا بھی کھانا حلال ہوگا اور اگر وہ مردہ نکلے تو اُس کو کھانا جائز نہیں۔

مسئلہ: جو جانور خنثی ہو اُس کی قربانی دُرست نہیں۔

مسئلہ: خصی جانور کی قربانی دُرست ہے بلکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے دو سینگ دار اور چتکبرے خصی مینڈھوں کی قربانی کی۔

مسئلہ: اگر جانور قربانی کے لیے خرید لیا تب کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس سے قربانی دُرست نہیں تو اُس کے بدلے دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے۔ ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی کرنا واجب نہیں تو اُس کے واسطے دُرست ہے کہ اُسی جانور کی قربانی کر دے۔

مسئلہ: اگر خریدنے کے وقت جانور عیب دار تھا تو غریب کے لیے اس کی قربانی دُرست ہے اور اگر عیب دُور ہو جائے تو مالدار کے لیے بھی اس کی قربانی دُرست ہے۔

مسئلہ: اگر ذبح کرتے وقت کوئی عیب لگ جائے تو وہ معاف ہے اور قربانی دُرست ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: گائے، بھینس، اُونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی دُرست ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصّہ ساتویں حصّہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو صرف گوشت کی نیت نہ ہو۔ اگر کسی کا حصّہ ساتویں حصّہ سے کم ہوگا تو کسی کی قربانی دُرست نہ ہوگی۔ مثلاً آٹھ آدمیوں نے مل کر ایک گائے خریدی اور اس کی قربانی کی تو دُرست نہ ہوگی۔ ہر ایک کا حصّہ ساتویں سے کم ہے اسی طرح ایک بیوہ اور اس کے لڑکے کو ترکہ میں گائے ملی اس مشترکہ گائے کی قربانی کی تو دُرست نہیں ہُوئی کیونکہ اس میں بیوہ کا حصّہ ساتویں سے کم ہے۔

مسئلہ: گائے اُونٹ میں بجائے سات حصّوں کے صرف دو حصّے ہوں یعنی دو آدمی مل کر ایک گائے یا اُونٹ ذبح کریں اور اس طرح دونوں میں سے ہر ایک کے حصّہ میں ساڑھے تین حصّے ہوتے ہیں تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ دونوں میں سے کسی کا حصّہ ساتویں حصّے سے کم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر تین یا چار یا پانچ یا چھ آدمی مل کر ایک گائے کی قربانی کریں تو جائز ہے۔

مسئلہ: چار آدمیوں نے مل کر چار بکریاں یکساں قیمت کی خریدیں اور ہر بکری پر ان میں سے ایک کا نام لگائے بغیر ان چاروں کو ذبح کر دیا گیا تو چاروں کی قربانی ہو گئی۔ اگرچہ بہتر یہ ہے کہ ہر جانور پر ایک خاص شخص کا نام لگا دیا جائے کہ یہ فلاں کی ہے اور فلاں کی ہے۔

مسئلہ: کسی نے قربانی کے لیے گائے خریدی اور خریدتے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی اور مل گیا تو اُس کو بھی اس گائے میں شریک کر لیں گے اور قربانی کریں گے اس کے بعد کچھ اور لوگ گائے میں شریک ہو گئے تو یہ دُرست ہے۔

مسئلہ: ایک مالدار آدمی کی گائے خریدتے وقت شریک کرنے کی نیت نہ تھی بلکہ پُوری گائے اپنی طرف سے قربانی کرنے کا ارادہ تھا تو اب اس میں کسی اور کو شریک کرنا بہتر نہیں لیکن اگر شریک کر لیا اور قربانی کی تو قربانی دُرست ہو گئی۔

مسئلہ: اگر مالدار کی بجائے غریب آدمی نے پُوری گائے اپنی طرف سے کرنے کی نیت سے خریدی تو اُس کے لیے شریک کرنا جائز نہیں لیکن اگر کسی کو شریک کر لیا تو جس کو شریک کیا ہے اس کی قربانی ادا ہو جائے گی لیکن اس غریب پر واجب ہے کہ جتنے حصّے اس نے دوسروں کو دیے ان کا تاوان اس طرح ادا کرے کہ اگر ابھی

قربانی کے دن باقی ہیں تو اتنے حصے اور قربانی کردے اور اگر قربانی کے دن گزر گئے تو ان حصوں کی قیمت مساکین کو دے دے۔

مسئلہ: ایک شخص نے اپنی قربانی میں پوری گائے یا پورا اُونٹ ذبح کیا تو کُل کا کُل واجب قربانی میں شمار ہوگا اور اگر ایک شخص نے اپنی قربانی میں دو بکریاں ذبح کیں تو ان میں سے ایک واجب اور ایک نفل ہوگی۔

مسئلہ: سات آدمیوں نے قربانی کے لیے گائے خریدی پھر قربانی سے پہلے اُن میں سے ایک مرگیا تو اگر اس کے وارثوں نے جو سب بالغ ہوں میّت کی طرف سے قربانی کرنے کی اجازت دے دی تو سب کی قربانی دُرست ہوجائے گی۔ اور اگر اجازت لینے سے پہلے باقی شرکاء نے قربانی کردی تو کسی کی قربانی دُرست نہ ہوگی۔

## مالدار کے جانور خریدنے سے متعلّق مسائل

مسئلہ: مالدار نے قربانی کے دنوں کے پہلے دن جانور خریدا لیکن ابھی قربانی نہیں کی تھی کہ قربانی کے دن گزرنے سے پہلے وہ فقیر ہوگیا یا اس نے سب کچھ خرچ کردیا۔ یہاں تک کہ قربانی کے نصاب سے کم رہ گیا تو اس سے قربانی ساقط ہوجائے گی اور اگر قربانی کے ایّام گزرنے کے بعد فقیر ہُوا تو قربانی ساقط نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر جانور خریدا لیکن قربانی نہیں کی یہاں تک کہ قربانی کے دن گزر گئے تو زندہ جانور صدقہ کردے اور اگر اس نے جانور ذبح کرکے اس کا گوشت صدقہ کردیا تو یہ بھی جائز ہے لیکن اگر ذبح شُدہ کے مقابلے میں زندہ جانور کی قیمت زیادہ ہو تو زائد رقم اس کو صدقہ کرنا ہوگی اور اگر جانور ہی نہ خریدا تھا تو جیسی قربانی کی استطاعت تھی اس کی قیمت صدقہ کرے۔

مسئلہ: اگر جانور خریدا لیکن قربانی نہیں کی پھر جانور کو آئندہ سال تک کھلاتا رہا اور آئندہ عید پر پچھلے سال کی قربانی کا ارادہ کیا تو یہ دُرست نہیں کیونکہ قربانی میں قضا نہیں ہوتی۔

مسئلہ: اگر قربانی کی نیت سے جانور خریدا خواہ قربانی کے دنوں میں خریدا ہو یا ان دنوں سے پہلے خریدا ہو پھر خواہ قربانی کی نیت سے خریدا ہو یا بغیر نیت کے خریدا ہو بعد میں قربانی کی نیت کرلی ہو ہر صُورت میں جانور قربانی کے لیے متعیّن نہیں ہوگا۔ اور آدمی کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو یہ جانور فروخت کرکے اس کی جگہ دوسرے جانور کی قربانی دے دے۔

جانور بغیر نیت کے خریدا پھر زبان سے قربانی کی نذر یوں کہتے ہُوئے کی کہ اللہ کے لیے مجھ پر یا کہا میرے

ذمہ اس سال اس جانور کی قربانی ہے اس صُورت میں جانور قربانی کے لیے متعیّن ہوگیا اور اس کی فروخت جائز نہیں
مسئلہ : اگر پہلے جانور کو فروخت کرنے کے بعد دوسرا جانور خرید لیا تو اگر اتنی ہی قیمت پر خریدا تو جائز ہے اور اس کے ذمّہ میں مزید کچھ نہ ہوگا اور اگر کمتر قیمت پر خریدا تو زائد قیمت کو صدقہ کرنا ہوگا۔
مسئلہ : قربانی کی نیت سے بکری خریدی جو گم ہوگئی پھر دوسری بکری خریدی لیکن دوسری کو ذبح کرنے سے پیشتر پہلی بکری مل گئی تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے پہلی بکری کی قربانی کرے اور چاہے دوسری کی کرے اور دوسری ذبح کرنے کے بعد قربانی کے دنوں میں پہلی مل گئی تو پہلی کی قربانی واجب نہیں۔

## فقیر کے جانور خریدنے سے متعلّق مسائل

مسئلہ : قربانی کے دنوں میں قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو وہ قربانی کے لیے متعیّن ہوگیا اور قربانی واجب ہوگئی اب اس جانور کو فروخت نہیں کرسکتا اگر قربانی نہ کی تو جانور صدقہ کرنا ہوگا۔
مسئلہ : قربانی کے دنوں میں بغیر نیت کے خریدا یا اس کے پاس جانور پہلے سے موجود تھا اب اس میں قربانی کی نیت کرلی تو قربانی واجب نہیں ہُوئی۔
مسئلہ : اگر قربانی کے دنوں سے پہلے قربانی کی نیت سے خریدا تو قربانی واجب نہیں ہوتی لیکن احتیاط اس میں ہے کہ وہ اس جانور کی قربانی کردے۔
مسئلہ : قربانی کے دنوں میں فقیر آدمی نے قربانی کی نیّت سے ایک جانور خریدا جو گم ہوگیا تو فقیر کے ذمّہ کچھ نہیں رہا۔ اگر قربانی کے دنوں میں وہ مل جائے تو قربانی کرنی واجب ہے اور اگر قربانی کے دن گزرنے کے بعد ملے تو وہ جانور صدقہ کردے اور اگر ابھی وہ جانور نہیں ملا تھا کہ فقیر نے قربانی کے دنوں میں کسی طرح سے دوسرا جانور قربانی کی نیت سے خرید لیا تو اس دوسرے جانور کی قربانی واجب ہوگی پھر اگر قربانی کے دنوں میں دوسرا جانور مل گیا تو اُس کی بھی قربانی کرے اور اگر قربانی کے دن گزرنے کے بعد ملے تو اس کو صدقہ کردے۔

## دوسرے کی طرف سے قربانی کے مسائل

مسئلہ : میّت نے اپنے ترکہ میں سے قربانی کرنے کی وصیّت کی ہو تو اگر ترکہ کے ایک تہائی میں سے قربانی کی جاسکتی ہو تو قربانی کی جائے گی اور اُس کا سارا گوشت فقراء پر صدقہ کیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص یہاں موجود نہیں اور دوسرے شخص نے اس کی طرف سے اس کے کہے بغیر واجب قربانی کردی تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوئی اور اگر گائے میں کسی غائب کا حصّہ اس کے کہے بغیر تجویز کردیا تو اور حصّہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہیں ہوئی۔

مسئلہ: کوئی شخص اپنے مال میں سے بطورِ ایصالِ ثواب میّت کی طرف سے قربانی کرے تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اپنی طرف سے ایک حصّہ قربانی کرکے اس کا ثواب میّت کو پہنچادے۔ دوسرے یہ کہ اس میّت کا نام قربانی کے حصّہ پر قرار دے کر قربانی کرے۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں اور دونوں صورتوں میں قربانی کرنے والے کو اختیار ہے جتنا چاہے خود کھائے اور جتنا چاہے فقراء کو دے۔

مسئلہ: جو قربانی دوسرے کی طرف سے بطور ایصال ثواب کی جائے چونکہ وہ قربانی کرنے والے کی ملکیّت ہوتی ہے اور دوسرے کو ثواب پہنچتا ہے۔ اس لیے قربانی کا ایک حصّہ ایک سے زائد لوگوں کی طرف سے کیا جاسکتا ہے۔

## قربانی کا گوشت اور کھال

مسئلہ: یہ افضل ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصّے کرے۔ ایک حصّہ اپنے لیے رکھے ایک حصّہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے لیے اور ایک حصّہ فقراء پر صدقہ کرے۔ اگر کوئی زیادہ حصّہ فقراء پر صدقہ کردے تو یہ بھی دُرست ہے اور اگر اپنی عیالداری زیادہ ہے اس وجہ سے سارا گوشت اپنے گھر میں رکھ لیا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: قربانی کا گوشت فروخت کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے فروخت کردیا ہو تو اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: قربانی کی کھال یا تو یونہی خیرات کردے یا اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت صدقہ کردے۔

مسئلہ: گوشت یا کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا کسی اور نیک اور رفاہی کام میں لگانا جائز نہیں۔ صدقہ ہی کرنا چاہیے۔

مسئلہ: جس طرح قربانی کا گوشت غنی کو دینا جائز ہے اسی طرح کھال بھی غنی کو دینا جائز ہے جب کہ اس کو بلاعوض دی جائے اس کی کسی خدمت وعمل کے عوض میں نہ دی جائے۔ غنی کی ملک میں دینے کے بعد وہ اگر اس کو فروخت کرکے اپنے استعمال لانا چاہے تو جائز ہے۔

مسئلہ : قربانی کا گوشت اور اُس کی کھال کافر کو بھی دینا جائز ہے بشرطیکہ اُجرت میں نہ دی جائے۔

مسئلہ : گوشت یا چربی یا کھال قصائی کو مزدوری میں نہ دی جائے بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دے۔

مسئلہ : سات آدمی گائے میں شریک ہوئے اور آپس میں گوشت تقسیم کریں تو تقسیم میں اٹکل سے کام نہ لیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں کیونکہ کسی حصّہ کے کم یا زیادہ ہونے میں سود ہو جائے گا خواہ شریک اس پر راضی بھی ہوں اور جس طرف گوشت زیادہ گیا ہے اُس کا کھانا بھی جائز نہیں، البتّٰہ اگر گوشت کے ساتھ سری پائے اور کھال کو بھی شریک کر لیا تو جس طرف سری پائے یا کھال ہو اس طرف اگر گوشت کم ہو دُرست ہے چاہے جتنا کم ہو۔ جس طرف گوشت زیادہ ہو اس طرف سری پائے بڑھائے گئے تو اَب بھی سود رہا۔

مسئلہ : اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہیں اور وہ سب آپس میں تقسیم نہیں کرتے بلکہ ایک ہی جگہ کچا یا پکا کر فقراء، واحباب میں تقسیم کریں تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : تین بھائی یا زیادہ یعنی سات تک بھائی ایک گائے میں شریک ہوں اور کہیں کہ اپنی اپنی ضرورت کا گوشت لے لو اور باقی فقراء پر تقسیم کر دو تو یہ جائز نہیں بلکہ یا تو پہلے کچھ فقراء کو دے کر پھر باقی برابر تقسیم کر لیں یا پہلے برابر برابر تقسیم کریں پھر ہر ایک اپنے حصّہ میں سے فقراء کو دے۔

## متفرق مسائل

مسئلہ : اُونٹ میں نحر افضل ہے اور ذبح بھی جائز ہے جبکہ گائے بکری میں ذبح مستحب ہے۔

مسئلہ : تنہا ایک شخص پُوری گائے ذبح کرے تو پُوری گائے ایک قربانی ہو کر کل کی کل واجب ہوتی۔

مسئلہ : اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے اگر کوئی خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو یا اس کی ہمّت نہ ہوتی ہو تو کسی اور سے ذبح کرالے اور ذبح کے وقت جانور کے سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔

مسئلہ : قربانی کرتے وقت زبان سے نیت کہنا اور دُعا پڑھنا ضروری نہیں اگر دل میں خیال کر لیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں پڑھا فقط زبان سے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تو بھی قربانی دُرست ہو گئی لیکن اگر یاد ہو تو دُعا پڑھ لینا بہتر ہے۔ ذبح سے پہلے کی یہ دُعا ہے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا

مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ

ذبح کے بعد کی دُعا :

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَخَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

مسئلہ : قربانی کی رسی وغیرہ سب چیزیں خیرات کر دے۔

مسئلہ : جس پر قربانی واجب تھی لیکن اس نے برسوں قربانی نہیں کی تو وہ گناہ کی معافی بھی مانگے اور جتنے سالوں کی قربانی رہ گئی اس قدر قیمت کا صدقہ کر دے۔

مسئلہ : قربانی سے پہلے قربانی کے جانور کا دُودھ دوہا ہو یا اس کی اُون اُتاری ہو تو اس کو صدقہ کرنا لازم ہے۔

بقیہ : درسِ حدیث

**تین بڑے شہروں کی اکثریّت مخالف تھی**

تو ان حالات میں یزید کے لیے بیعت لی گئی، تین شہر (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کوفہ) مخالف تھے۔ اُنھوں نے رائے نہیں دی کچھ لوگ اُن میں سے مل گئے ایسے کہ جنھوں نے تائید کی ہے لیکن اکثریّت نے یزید کو قبول نہیں کیا اس کے بارے میں کچھ اور چیزیں آئیں گی۔ انشاء اللہ وہ پھر عرض کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ الایمان رکھے اور صحابہ کرام کے بارے میں نیک گمانی قائم رکھے (آمین)

# اولاد کی تعلیم و تربیت

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری

بہت سے لوگوں کو اولاد کی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور اولاد گلی کوچوں میں بھٹکتی پھرتی ہے بچّوں کے لیے پیٹ کی روٹی اور تن کے کپڑوں کا تو انتظام کر دیتے ہیں لیکن ان کی باطنی پرورش یعنی اخلاقی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے۔ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جن کے اپنے ماں باپ نے ان کا ناس کھویا تھا انھیں پتہ ہی نہیں کہ تربیت کیا چیز ہے اور بچّوں کو کیا سکھائیں اور کیا سمجھائیں اس عظیم غفلت میں ان لوگوں کا بھی حصّہ ہے جو خود تو نمازی ہیں اور کچھ اخلاق و آداب سے بھی واقف ہیں لیکن ملازمت یا تجارت میں اس طرح اپنے آپ کو پھنسا دیا ہے کہ بچّوں کی طرف توجّہ کرنے کے لیے اُن کے پاس گویا وقت ہی نہیں حالانکہ زیادہ کمانے کی ضرورت اولاد ہی کے لیے ہوتی ہے۔ جب زیادہ کمانے کی وجہ خود اولاد ہی کے اعمال و اخلاق کا خُون ہو جائے تو ایسا کمانا کس کام کا ؟

بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جو اچّھا خاصا علم بھی رکھتے ہیں مصلح بھی ہیں اور مُرشد بھی ہیں دُنیا بھر کے لوگوں کو راہ دکھلاتے ہیں، سفر پر سفر کرتے رہتے ہیں۔ کبھی یہاں وعظ کہا کبھی وہاں تقریر کی۔ کبھی کوئی رسالہ لکھا کبھی کوئی کتاب تالیف کی لیکن اولاد کی اصلاح سے بالکل غافل ہیں، حالانکہ اپنے گھر کی خبر لینا سب سے بڑی ذمّہ داری ہے۔ اولاد کی جانب سے جب چند سال غفلت برت لیتے ہیں اور اُن کی عمر دس بارہ سال ہو جاتی ہے تو اَب اُن کو صحیح راہ پر لگانا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جنھیں توجّہ تو ہے لیکن وہ اولاد کو حقیقی علم سے بالکل محروم رکھتے ہیں یعنی اولاد کو اسلام نہیں سکھاتے۔ بیس بیس سال کی اولاد ہو جاتی ہے جنھیں کلمہ تک یاد نہیں ہوتا، یہ لوگ نہ نماز جانتے ہیں نہ اُس کے فرائض نہ واجبات جانیں نہ اسلام کے عقائد پہچانیں، نہ دین کو جانیں، اس قسم کے لڑکوں اور لڑکیوں کے والدین یورپ کے طور طریق سب کچھ سکھاتے ہیں، کوٹ پتلون پہننا بتاتے ہیں

اپنے ہاتھ سے ان کے گلوں میں ٹائی باندھتے ہیں، ناچ رنگ کے طریقے سمجھاتے ہیں، عورتیں بیاہ شادی کی رسمیں بتاتی ہیں شرکیہ باتوں کی تعلیم دیتی ہیں اور اس طرح سے ماں باپ دونوں مل کر بچوں کا خون کر دیتے ہیں اور طرّہ یہ کہ ان کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا بچہ اور بچی موڈرن ہیں انگریز بن رہے ہیں، ترقی یافتہ لوگوں میں شمار ہونے لگے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اُن کی آخرت برباد ہوگئی، اعمالِ بد کے خوگر ہو گئے، اسلام سے جاہل رہ گئے۔

دو حدیثوں کا ترجمہ پڑھیے۔

عن جابر بن سمرة رضی اللّٰہُ عنہ قال قال رسولُ اللّٰہِ صلّی اللّٰہُ علیہِ وسلّمَ لَاَن یّؤدِّبَ الرّجلُ ولدَہٗ خیرٌ لّہٗ مِنْ اَنْ یّتصدّقَ بِصاعٍ (راہ الترمذی)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور فخرِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے بچّہ کو اَدب سکھاتے تو بلا شُبہ یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع غلّہ وغیرہ صدقہ کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۳ بحوالہ ترمذی)

وعَنْ ایّوب بن موسٰی عن اَبیہٖ عَنْ جدّہٖ رضی اللّٰہُ عنہ انّ رسُولَ اللّٰہِ صلّی اللّٰہُ علیہِ وسلّمَ قالَ ما نحلَ والِدٌ ولدَہٗ مِنْ نحلٍ اَفْضلَ مِنْ اَدبٍ حَسَنٍ۔

حضرت عمرؓ بن سعید سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ کسی باپ نے اپنے بچّہ کو کوئی ایسی بخشش نہیں دی جو اچھے اَدب سے بڑھ کر ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۳)

ادب بہت جامع کلمہ ہے۔ انسانی زندگی کے طور طریق کو اَدب کہا جاتا ہے۔ زندگی گزارنے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں آتے ہیں، بندہ اللہ جلّ شانہ کے بارے میں جو عقائد رکھنے پر مامور ہے اور اللہ کے احکام پر چلنے کا جو ذمّہ دار بنایا گیا ہے یہ وہ آداب ہیں جو بندے کو اللہ کے اور اپنے درمیان صحیح تعلّق رکھنے کے لیے ضروری ہیں، فرائض اور واجبات، سنن اور مستحبات وہ اُمور ہیں جن کے انجام دینے سے حقوق اللہ کی ادائیگی ہوتی ہے اور مخلوق کے ساتھ جو انسان کے تعلقات ہوتے ہیں ان میں اِن احکام کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے جو مخلوق کی راحت رسانی سے متعلّق ہیں ان میں بھی واجبات اور مستحبات ہیں اور اِن کی

تفصیل و تشریح بھی شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہے ۔ یہ وہ آداب ہیں جن کا برتنا مخلوق کے لیے باعثِ راحت و رحمت ہے ۔ خلاصہ یہ کہ لفظ ادب کی جامعیت حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو شامل ہے یہ جو حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اچھے ادب سے بڑھ کر کسی باپ نے اپنے بچّہ کو کوئی بخشش نہیں دی، اس میں پورے دین کی تعلیم آجاتی ہے کیونکہ دین اسلام اچھے ادب کی مکمّل تشریح ہے۔ بہت سے لوگ لفظ ادب کے معروف معنی لے کر اس کا رواجی مطلب لیتے ہیں اور انھوں نے اُٹھنے بیٹھنے کے طریقوں تک ہی ادب کا انحصار سمجھ رکھا ہے ۔

حدیث میں یہ جو فرمایا کہ انسان اپنے بچّہ کو ادب سکھائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع غلّہ وغیرہ صدقہ کرے، اس میں ایک اہم بات کی طرف توجّہ دلائی گئی ہے وہ یہ کہ صدقہ خیرات اگرچہ فی نفسہ بہت بڑی عبادت ہے (اگر اللہ کی رضا کے لیے ہو) لیکن اس کا مرتبہ اپنی اولاد کی اصلاح پر توجّہ دینے سے زیادہ نہیں ہے۔ بہت سے لوگوں کو اللہ جل شانہٗ نے مال دیا ہے۔ اس میں سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور اولاد کی طرف سے پوری غفلت برتتے ہیں، مسکین آرہے ہیں گھر پر کھا رہے ہیں غریبوں کی روٹی بندھی ہوئی ہے مدرسہ اور مسجدوں میں چندہ جارہا ہے لیکن اولاد بے ادب، بد اخلاق، بے دین بلکہ بد دین بنتی چلی جارہی ہے صدقہ وخیرات کرنے پر خوش ہیں اور خوش ہونا بھی چاہیے لیکن اس سے بڑھ کر عمل جو ہے جس کی ذمّہ داری ڈالی گئی ہے وہ اپنی اولاد کو ادب سکھانا ہے یعنی اللہ کے راستہ پر ڈالنا ہے، اس کے لیے فکر مند ہونا لازمی امر ہے، اس غفلت سے نسلیں کی نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

ماں باپ کا فریضہ ہے کہ بچّوں کو دین سکھائیں اور دین کو سب سے زیادہ اہمیّت دیں کیونکہ دین ہی آخرت کی ہمیشہ والی زندگی میں کام دینے والا ہے۔ بہت سے لوگ بچّوں سے بہت زیادہ محبّت کرتے ہیں مگر اُن کی یہ محبّت صرف دُنیاوی آرام و راحت تک محدود رہتی ہے ان کی اصل ضرورت یعنی آخرت کی نجات اور موت کے بعد کے آرام و راحت کی طرف توجّہ نہیں کرتے ۔ حلال مال سے حلال طریقے پر کھلانا پلانا اور پہنانا اچھی بات ہے لیکن انسان کی سب سے بڑی ضرورت آخرت کا آرام اور سکون ہے ۔

بچّوں کی خوشی کے لیے ان کو غیر ضروری لباس بھی پہناتے ہیں، ان کے لیے تصویریں مورتیاں خرید کر لاتے ہیں اور اپنے گھروں کو اُن کی وجہ سے رحمت کے فرشتوں سے محروم رکھتے ہیں، ادھار قرض کر کے اُن کی جائز ناجائز ضرورتوں اور شوقیہ زیب و زینت اور فیشن پر اچھی خاصی رقمیں خرچ کرتے ہیں لیکن ان کو دین پر ڈالنے

کی فکر نہیں کرتے یہ بچّوں کے ساتھ بہت بڑی دُشمنی ہے اگر دین نہیں تو آخرت کی تباہی ہوگی۔ وہاں کی تباہی کے سامنے دُنیا کی ذرا سی چٹک مٹک اور چہل پہل کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اپنی اولاد کے سب سے بڑے مُحسن وہ ماں باپ ہیں جو اپنی اولاد کو دینی علم پڑھاتے ہیں اور دینی اعمال پر ڈالتے ہیں۔ یہ علم نہ صرف اولاد کے لیے بلکہ خود اُن کے والدین کے لیے بھی قبر میں اور آخرت میں نفع مند ہوگا۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے اِنَّ النَّاسَ نِیَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا انْتَبَھُوْا یعنی لوگ سو رہے ہیں جب موت آئے گی تو بیدار ہوں گے۔

آخرت سے بے فکری کی زندگی گزارنے میں انسان کا نفس خوش رہتا ہے اور یہی حال بال بچّوں اور دوسرے متعلقین کا ہے اگر آخرت کی باتیں نہ بتاؤ اور کھلائے پلائے جاؤ دُنیا کا نفع پہنچائے جاؤ تو ہشاش بشاش رہتے ہیں اور اس تغافل کو باعث نقصان نہیں سمجھتے لیکن جب آنکھیں بند ہوں گی اور قبر کی گود میں جائیں گے اور موت کے بعد کے حالات دیکھیں گے تو حیرانی سے آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی۔ عالمِ آخرت کی ضرورتیں اور حاجتیں جب سامنے ہوں گی تو غفلت پر رنج ہوگا اور حسرت ہوگی کہ کاش آج کے دن کے لیے خود بھی عمل کرتے اور اولاد کو بھی یہاں کی کامیابی کی راہ پر ڈالتے مگر اس وقت حسرت بے فائدہ ہوگی۔

لوگوں کا یہ حال ہے کہ بچّوں کو ہوش سنبھالتے ہی اسکول اور کالج کی نذر کردیتے ہیں یا محنت و مزدوری پر لگا دیتے ہیں۔ نماز روزہ سکھانے اور بتانے اور دینی فرائض سمجھانے اور اُن پر عمل کرانے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ شادیاں ہوجاتی ہیں، باپ دادا بن جاتے ہیں لیکن بہت سوں کو کلمہ طیّبہ بھی صحیح یاد نہیں ہوتا، نماز میں کیا پڑھا جاتا ہے اس سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ اسّی اسّی سال کے بُوڑھوں کو دیکھا گیا ہے کہ دین کی موٹی موٹی باتیں بھی نہیں جانتے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مولانا نعیم الدّین صاحب
جامعہ مدنیہ لاہور

(قسط: ۲)

# مولانا اوکاڑوی مرحوم

## ایک شخصیّت۔ ایک تحریک

*❁*

بات چل رہی تھی مولانا اوکاڑوی مرحوم کی خُصوصیات کی، اِس ضمن میں مَیں نے عرض کیا تھا کہ پیرانہ سالی اور کثیر الامراض ہونے کے باوجود مولانا کے مزاج میں چڑچڑاپن اور خشکی نام کو بھی نہیں تھی آپ نہایت خوش مزاج تھے خود بھی ہنسنے کے عادی تھے اور دوسروں کو بھی ہنساتے تھے ہمیشہ آپ کے چہرہ پر ایک دل آویز مُسکراہٹ رہتی تھی، بسا اوقات آپ ایسا چٹکلہ چھوڑتے تھے کہ محفل کشت زار بن جاتی تھی، دورانِ درس و تقریر کبھی کبھی کوئی لطیفہ سُنا دیتے تھے جس کو سُن کر بڑے سے بڑے سنجیدہ آدمی کے لیے بھی ہنسی کو ضبط کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔

ایک دفعہ مولانا مرحوم تقلید کے موضوع پر تقریر کر رہے تھے اس میں آپ نے یہ لطیفہ سُنایا۔

"عید کا دن تھا (ایک شخص کی) بیٹی نے سیویاں پکائیں، کہنے لگی اَبّا جی! آپ نے روزہ تو کوئی رکھا نہیں، آج سیویاں بھی کھائیں گے یا نہیں؟ کہنے لگے: بیٹی روزہ تو کوئی رکھا نہیں، اگر سیویاں بھی نہ کھاؤں تو کافر ہی مروں گا۔

ایک دفعہ فضائل قرآن پر تقریر کرتے ہُوئے فرمایا:

" ایک آدمی کی بیوی ناراض ہو گئی بات نہیں کرتی تھی بولتی نہیں تھی (میاں) پریشان ہو کے باہر نکل گیا، سوچتا رہا کہ کیا کروں۔ دوپہر کا سُورج انتہائی سَر پر آیا تو جلدی سے آ کر لالٹین جلائی اور چارپائی کے نیچے (جھانک کر) کچھ دیکھنے لگا، بیوی نے دیکھا کہ یہ عجیب حرکت کر رہا ہے تو نہ رہ سکی، کہنے لگی: کیا تلاش کر رہا ہے، کہنے لگا بس یہی

تلاش کر رہا تھا جو مل گئی ہے کہ تو کس طرح بات کرے گی اور کیسے بولے گی"۔

ہمارے مدرسہ میں مولانا نے وفات سے چند روز پیشتر طلباء کے سامنے تقریر کرتے ہوئے طلباء کو بہت ہنسایا، اس دوران آپ نے یہ لطیفہ سُنایا کہ

"کسی گاؤں میں ایک پیر صاحب کے دو مرید تھے وہ آپس میں لڑ پڑے گرمی کا موسم تھا، پیر صاحب کو اطلاع ہوئی تو وہ بیچارے گرمی ہی میں آگئے اور جس مرید کا گھر پہلے پڑتا تھا اُس کے گھر چلے گئے، مرید نے پانی وانی پلایا اور حضرت پیر صاحب کو دبانے لگا، دوسرے مرید کو پتہ چلا کہ حضرت پیر صاحب تشریف لائے ہیں تو کہنے لگا کہ اگر اُس (پہلے مرید) سے میری بول چال نہیں تو کیا ہوا حضرت تو میرے پیر ہیں یہ سوچ کر آ گیا، پیر صاحب کی دوسری ٹانگ فارغ تھی یہ اُسے دبانے لگا خوشی میں اس کی اُنگلی پیر صاحب کی پہلی ٹانگ کو لگ گئی جسے پہلا مرید دبا رہا تھا، اُس نے سمجھا کہ اِس نے شرارتاً ایسا کیا ہے یہ میرے حصّہ کی ٹانگ تھی اِس نے جان بوجھ کر اُنگلی لگائی ہے، اُس نے زور سے مُکا مارا کہ تُو کون ہوتا ہے اُنگلی لگانے والا، اِس (دوسرے) نے ڈنڈا اُٹھایا اور زور سے مارا کہ تو کون ہوتا ہے میری ٹانگ پر مُکا مارنے والا، اَب وہ (پہلا مرید) کلہاڑا لے کے آ گیا اُس نے کہا کہ آج میں شریک کی ٹانگ رہنے ہی نہیں دوں گا کاٹ کر دم لوں گا شریک کی ٹانگ کو، کہتا ہے رہنے ہی نہیں دوں گا، پیر صاحب بیچارے ہاتھ جوڑیں : او خدا کے واسطے ٹانگ میری ہے، نہیں جی: شریک کی ہے، اِس وقت شریک کی ٹانگ ہے آپ کی نہیں"۔

یہ لطیفہ سُنا کر فرمایا کہ صحاحِ ستہ، مقلّدین کی کُتب ہیں لیکن غیر مقلّدین کہتے ہیں کہ نہیں جی یہ ہماری ہیں یہ کہتے ہیں تو کہتے رہیں اِنکے کہنے سے تو اِن کی نہیں ہونے لگیں۔

ایک دفعہ مولانا مرحوم اپنے لیکچر میں یہ بات سمجھا رہے تھے کہ "کچھ لوگ قرآن و حدیث کو لغت کی کتابوں اور ترجمے والی کتابوں سے سمجھنا چاہتے ہیں یہ بات غلط ہے قرآن و حدیث اس طرح سمجھ نہیں آتا اور جو اس طرح سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اُس کا وہی حال ہوتا ہے جو ایک سکھ کا ہوا تھا۔ پھر آپ نے یہ لطیفہ سُنایا۔

"ایک سکھ انگلینڈ چلا گیا۔ بھوک لگی۔ انگریزی پڑھا تو تھا نہیں ڈکشنری اپنے ساتھ لے کر

ہوٹل میں گیا۔ اُس کو زبان کا گوشت چاہیے تھا۔ ڈکشنری کھولی تو کہتا ہے (A plate of languages) (کہ ایک پلیٹ زبانوں کی) چونکہ اس زبان کو جو مُنہ میں ہے انگریزی میں (Tongue) کہتے ہیں اور ایک وہ زبانیں ہیں انگریزی ہے، پشتو ہے، پنجابی ہے، عربی ہے اور اُردو ہے ان کو (Languages) کہتے ہیں۔ اب سکھ صاحب اپنی طرف سے پھول رہے ہیں کہ مَیں بڑا انگریزی دان ہوں کہ ——
"اے پلیٹ آف لینگویجز" اب وہ انگریزی والے سوچیں کہ بھائی کہاں سے لاکر رکھیں ایسی ڈش کہ جس میں تھوڑی سی پشتو ہو، تھوڑی سی پنجابی ہو، تھوڑی سی انگریزی اور تھوڑی سی عربی ہو۔ یہ بیوقوف کہاں سے آگیا ہے۔ کوئی دوسرا سکھ بیٹھا تھا اس سے ہوٹل والوں نے پُوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے ؟ اس نے کہا اسے زبان کا گوشت چاہیے۔ وہ اسے دے دی۔ جب کھالی اب ذرا چٹخارہ لگا۔ ایک پلیٹ کی اور ضرورت تھی تو پھر ڈکشنری کھولی لفظ "اور" کی انگریزی تھی (And) (اینڈ) تو کہتا ہے (One plate and) پھر وہ بیچارے پریشان ہوگئے کہ یہ مصیبت کہاں سے آگئی ہے۔ بہرحال لے آئے۔ پیٹ بھر گیا۔ اَب پھل دیکھا کہ چاروں طرف "آلو بخارا" تھا۔ پھر لغت کھولی۔ اب بخار کے لفظ کا معنیٰ لکھا تھا (Fever) اور آلو کا ملا (Potato) تو کہتا ہے (A plate of Potato fever) جو لوگ اسلام کو اللہ کے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سُنّت کی بجائے صرف لغت کی کتاب سے حل کرنا چاہتے ہیں ایسے سکھوں سے ہمارا واسطہ پڑ گیا ہے۔ دُعا کرو اللہ تعالیٰ ایسے سکھوں سے اپنے دین کی حفاظت فرمائے۔"

مولانا مرحوم نے ایک موقع پر یہ بات سمجھاتے ہُوئے کہ اہلِ بدعت نے اکابر دیو بند کی صحیح عبارات کے خود ساختہ معنٰی کر کے (جن کی اکابر دیوبند کو ہَوا بھی نہیں لگی) اُن پر کُفر کے فتوے لگاتے ہیں۔ اس کو واضح کرنے کے لیے آپ نے ایک دِلچسپ لطیفہ سُنایا :

"کہتے ہیں ایک مرتبہ لکھنؤ میں ایک بہت بڑے مشاعرے کا اہتمام ہُوا موضوع

سخن سیّدنا حسین رضؓ سنتے ملک بھر سے بڑے بڑے شعراء کا نام چھپا مقامی نعت خوانوں نے میٹنگ کی کہ اگر ایسے بڑے شعراء جلسوں میں آنے لگے تو ہماری روزی بند ہو جائے گی ہمیں کوئی بھی نہ پوچھے گا۔ اس لیے اپنی روزی برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان شاعروں کو چلنے ہی نہ دو " خوب بدنام کرو۔ ایک نے کہا کہ میں جس جگہ شور مچادوں تم سب شور مچا دینا بات سمجھ آئے یا نہ آئے، چنانچہ یہ سب مشاعرہ میں پہنچے اور اپنے اپنے مورچے سنبھال کر بیٹھ گئے ایک بہت بڑے شاعر نے مشاعرہ کا آغاز کیا اور سب سے پہلے یہ مصرع پڑھا:

کانِ نبی کا گوہرِ یکتا حُسینؓ ہے

اس نے بڑی لے سے دو تین مرتبہ یہی مصرع دُہرایا تو شور مچ گیا یہ کافر ہے، کافر ہے پکڑو مارو۔ ہمارے نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کو "کانا" کہتا ہے وہ شاعر گھبرایا۔ اس نے مصرع بدل دیا:

بحرِ نبی کا گوہرِ یکتا حُسینؓ ہے

بس پھر کیا تھا وہ لوگ شور مچاتے ہوئے سٹیج پر چڑھ گئے کہ اس کافر نے پہلے ہمارے نبی پاک صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو "کانا" کہا اور اب "بہرا" بھی کہہ دیا۔ العیاذ باللہ، اب دیکھیے جو مطلب اِن دو مصرعوں کا اُن مخالفین نے بیان کیا اِس بیچارے شاعر کے فرشتوں کو بھی اس غلط مطلب کا علم نہ تھا۔ بالکل یہی کچھ خان صاحب نے عُلمائے اہلِ سُنّت والجماعت عُلمائے دیوبند کے ساتھ کیا اور جھوٹ بول کر عرب سے یہ فتوٰی لے آئے کہ یہ کافر ہیں اور جو اِن کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔"

مولانا مرحوم نے جو بات بیان فرمائی ہے وہ بالکل حق اور سچ ہے، راقم الحروف اپنا چشم دید واقعہ عرض کرتا ہے۔ ۱۹۸۱ء کی بات ہے کہ ناچیز نے جامع مسجد پٹولیاں اندرون لوہاری گیٹ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کے حکم سے اُن کی نیابت میں چند جمعے پڑھائے۔ شوال کا پہلا جمعہ تھا کہ اہلِ بدعت نے مسجد پر قبضہ کے لیے مسجد میں ہجوم کیا۔ جب لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو انھوں نے مسجد کے اندر دائیں جانب کی دیوار میں خود اپنے ہاتھوں سے "یا یا رسول اللہ" لکھا اور شور مچانا شروع کر دیا کہ دیکھو وہابیوں

نے یہ لکھا ہے یہ گستاخ ہیں ، الامان والحفیظ اس قدر دیدہ دلیری، احقر انگشت بدنداں رہ گیا۔ راقم کو اندازہ نہ تھا کہ اہلِ بدعت ایسی ہیچ حرکت بھی کر سکتے ہیں ان حضرات کی یہ حرکت سب لوگوں نے دیکھی سی آئی ڈی کے کچھ افراد بھی آئے ہوئے تھے وہ بھی یہ دیکھ کر حیران ہوگئے۔

خیر میں عرض کر رہا تھا کہ مولانا اوکاڑوی مرحوم نہایت خوش مزاج اور لطیفہ سنج تھے آپ میں خوش مزاجی اور ظرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ احقر نے مولانا سے سُنے ہوئے چند پر لُطف لطائف ذکر کیے ہیں ان جیسے اور بہت سے لطائف آپ بیان فرمایا کرتے تھے۔ مولانا کی خوش مزاجی کا اثر تھا کہ راقم نے مولانا کو کبھی کسی پر غُصّہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا، صرف ایک دفعہ ایسا ہُوا کہ کریم پارک کے قریب امین پارک کے ایک نئے نئے غیر مقلّد بننے والے لڑکے نے مولانا کے سامنے حضرت امام صاحبؒ کی شان میں گستاخی کی۔ مولانا کو اس قدر شدید غُصّہ آیا کہ ضبط نہ کر سکے اور زور سے تھپڑ رسید کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد اِس عاقبت نااندیش لڑکے کا یہ انجام ہُوا کہ محلّے کے ایک تنّور والے نے اُسے قتل کر دیا، نعوذ باللہ من غضب الجبار۔ مولانا اوکاڑوی مرحوم کا یہ غصّہ دینی غیرت اور حمایت حق میں تھا جو بالکل بجا تھا۔

مولانا مرحوم کی تحریری خدمات کا پیچھے ذکر آچکا ہے اِس ضمن میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ مولانا مرحوم نہایت زُود نویس اور قلم برداشتہ لکھنے کے عادی تھے، کمال یہ ہے کہ آپ کا مُسَوَّدَہ ہی مُبَیَّضَہ ہوتا تھا اس میں کانٹ چھانٹ کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، ناچیز نے بارہا اس کا تجربہ کیا کہ جب کسی نے کسی موضوع پر لکھنے کی فرمائش کی آپ نے قلم برداشتہ مضمون لکھ کر دے دیا۔

ایک دفعہ ناچیز کو غیر مقلّدین کی کتاب "صلوٰۃ الرسول" کے بارے میں کچھ لکھوانے کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے اچھاخاصا طویل مضمون لکھ کر ناچیز کے حوالے کر دیا۔

ہمارے رفیق کار مکتبہ مدنیہ کے مالک جناب انوار احمد صاحب شہیدؒ نے مولانا اوکاڑی مرحوم سے فرمائش کی کہ اگر آنجناب بخاری شریف کے متنازع مقامات پر اُردو میں حاشیہ تحریر فرمادیں تو میں اُسے شائع کروں گا۔ مولانا مرحوم نے انوار صاحب شہیدؒ کی بات پر صاد کیا اور دِنوں کے دِنوں میں بہترین حاشیہ لکھ کر پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جناب انوار صاحبؒ کو جزائے خیر دے کہ اُنھوں نے وعدہ وفا کیا اور مولانا کا تحریر کردہ بخاری کا حاشیہ اپنے مکتبہ سے بخاری شریف کے ترجمہ کے ساتھ شائع کر دیا جو عام دستیاب ہے۔

یہاں اس چیز کا ذکر بھی ضروری ہے کہ مولانا مرحوم استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے اپنی تحریرات خود شائع نہیں

کر سکتے تھے، آپ کی تحریرات عموماً دوسرے مکتبہ والے ہی شائع کرتے تھے، مولانا مرحوم اگر چاہتے تو اپنی تحریرات پر اچھی خاصی رائلٹی لے سکتے تھے لیکن مولانا مرحوم نہ اپنی کسی تحریر پر کسی رقم کا مطالبہ فرماتے تھے نہ کتابوں کی اشاعت پر کسی قسم کی رائلٹی کا کوئی تقاضا کرتے تھے اگر کوئی کتابوں کی شکل میں کچھ دیتا بھی تھا تو وہ طلبہ میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اس دَور میں مولانا مرحوم کا یہ عمل قابلِ تعریف ہی نہیں قابلِ تقلید بھی ہے۔

ایک اور بات احقر کو یاد آئی کہ مولانا مرحوم کو حوالے دینے کے لیے اکثر کتابوں کی ضرورت پڑتی رہتی تھی اس حوالے سے مولانا مرحوم ناچیز سے کتابیں لے جاتے تھے، پھر جب ضرورت پوری ہو جاتی تھی تو باقاعدہ کتاب واپس لاکر دیتے تھے، یہ مولانا مرحوم کی ایسی خُوبی ہے جس سے اکثر علماء و عوام تہی نظر آتے ہیں جو کوئی کتاب مستعار لے گیا وہ گیا، واپسی کا خیال ہی بے کار ہے۔

اِحقاقِ حق اور ابطالِ باطل جسے ہم سادہ زبان میں مناظرہ کہہ لیں اِس میں اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، کوئی فتنہ کسی بھی وقت کسی بھی جگہ سر اُبھارے آپ اس کی بیخ کنی کے لیے مستعد نظر آتے تھے، ایسے لگتا تھا جیسے قدرت نے آپ کو اِسی کام کے لیے منتخب فرمایا تھا، کیوں نہ ہو یہ فیلڈ آپ نے اپنے لیے خود منتخب نہیں کی تھی قدرت کی طرف سے آپ کو سونپی گئی تھی، چنانچہ آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ مولانا مرحوم ابھی بارہ تیرہ سال کے تھے کہ حضرت سیّد شمس الحق قُدِّسَ سِرُّہٗ نے آپ کے بارے میں پیش گوئی فرمائی تھی کہ "ولی محمد" : یہ لڑکا مولوی بنے گا مناظر بنے گا"۔ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید کے مصداق مولانا اوکاڑوی مرحوم وقت کے کامیاب ترین مناظر بنے۔

مولانا اوکاڑوی مرحوم جس زمانہ میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے بیعت ہُوئے تو آپ نے شیخ کا ایماء سمجھ کر مناظرہ کرنا چھوڑ دیا تھا، پھر ایک بزرگ نے حضرت لاہوریؒ کو اِس بارے میں خط لکھا تو مولانا مرحوم کی حاضری پر فرمایا: "اگر تمہیں مناظرہ سے منع کرنا ہوتا تو میں زبانی کہہ دیتا، میرے مشورہ کے بغیر ترکِ مناظرہ کا جو فیصلہ تم نے کیا ہے صحیح نہیں ہے تمہیں اللہ نے اِس کام کے لیے بنایا ہے اِس کے ذریعہ اللہ تم سے کام لینا چاہتا ہے، میری دُعائیں تمہارے شاملِ حال ہیں انشاء اللہ مناظروں والی بیماریاں یعنی تکبّر وغیرہ سے تم بچے رہو گے۔"

حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے جیسے فرمایا تھا حرف بہ حرف ویسے ہی ہُوا۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا اوکاڑوی مرحوم سے مناظروں کے ذریعہ دینِ متین کی وہ خدمت لی جو کسی بڑی جماعت سے بھی مشکل ہے۔ مولانا مرحوم نے عیسائیوں، مرزائیوں، رافضیوں، رضاخانیوں مماتیوں اور غیر مقلدین سے ۱۰۰ سو سے زیادہ مناظرے کیے جن کی

بدولت ہزاروں افراد کو دولتِ ایمان اور رشد وہدایت ملی، چونکہ مناظروں کے لیے آپ کا انتخاب اللہ کی طرف سے تھا اس لیے کسی مناظرہ میں بھی آپ کو شکست کا مُنہ نہیں دیکھنا پڑا ہر مناظرہ سے سُرخ رو ہو کر لوٹے۔

ناچیز کو مولانا مرحوم کے دو مناظروں میں شریک ہونے کا موقع ملا پہلا مناظرہ مکمّل نماز کے موضوع پر آپ کے اور شمشاد سلفی صاحب کے مابین کریم پارک لاہور میں راقم کے بڑے بھائی کے گھر ہُوا۔ دوسرا مناظرہ تقلید کے موضوع پر آپ کے اور مولانا اللہ بخش ملتانی صاحب کے مابین مدرسہ تدریس القرآن جیا موسیٰ لاہور میں ہُوا یہ دونوں مناظرے ۱۹۸۴ء میں سخت گرمی کے دنوں میں ہُوئے تھے، اس دوسرے مناظرہ میں عُلماءِ دیوبند میں سے حضرت علاّمہ خالد محمود دامت برکاتہم، حضرت مولانا قاری عبدالرشید رحمہ اللہ، مولانا حافظ نذیر احمد رحمہ اللہ بھی شریک تھے اور غیر مقلّدین کی طرف سے مولانا اللہ بخش کے علاوہ مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی بھی شریک تھے۔ یہ دونوں مناظرے کسی فیصلہ کے بغیر ختم ہو گئے تھے۔

یہاں یہ بتلانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلّدین حضرات کی عام عادت ہے کہ چاہے انہیں مناظرہ میں کیسی ہی عبرت ناک شکست ہو اور انہیں کیسی ہی ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑے لیکن وہ سمجھتے یہی ہیں کہ وہ کامیاب ہُوئے ہیں چنانچہ وہ دوسرے ہی دن اپنی کامیابی کے پوسٹر چھپوا کر لگا دیتے ہیں۔ راقم الحروف کو اس کا تجربہ اس طرح ہُوا کہ کافی عرصہ پہلے لاہور میں غیر مقلّدین کے ایک کیسٹ فروش صمدانی نے ایک بڑا پوسٹر چھاپ کر شہر میں لگایا جس کی جلی سُرخی کچھ اس طرح کی تھی "حنفی امام ابوحنیفہ کو میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے" ہم نے یہ اشتہار پڑھا تو حیرت ہُوئی، جناب انوار احمد صاحب شہیدؒ کے صمدانی سے تعلقات تھے اُنھوں نے صمدانی کو دُکان پر بُلایا اور پُوچھا صمدانی یہ کیا حرکت ہے؟ یقین جانیے اُس نے میرے سامنے کہا کہ "اصل میں یہ ایک کیسٹ ہے جس میں مولانا امین اوکاڑوی اور مولانا عبدالعزیز نورستانی کے مابین مناظرہ کی روداد ہے اور مجھے پتہ ہے کہ اِس مناظرہ میں نورستانی صاحب مولانا امین صاحب کے سامنے چل نہیں سکے لیکن میں نے صرف کیسٹ بیچنے کے لیے ایسا اشتہار چھاپا ہے آخر روٹی بھی تو کمانی ہے"۔ صمدانی نے یہ بات کر کے، بات آئی گئی کر دی لیکن ناچیز اس پر سخت افسوس کرتا رہا اور سوچتا رہا کہ کیا اس طرح لوگوں کو دھوکا دے کر روٹی کمانا جائز ہے؟ یہ تو خیر اشتہار کی بات تھی جو وقتی سا ہوتا ہے۔

تعجب تو اس پر ہے کہ غیر مقلدین حضرات کتابوں کے اندر بھی اس طرح کی غلط بیانی سے نہیں چوکتے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب غیر مقلدین کے نامور محقق اور مؤرخ ہیں پہلے ناچیز بھی اُن کے بارے

میں خوش عقیدہ تھا ناچیز کا خیال تھا کہ وہ غیر متعصب اور منصف مزاج ہیں لیکن جب اُن کی تازہ کتابیں پڑھیں تو خوش عقیدگی جاتی رہی اور معلوم ہُوا کہ غلط بود آنکہ ما پنداشتیم بھٹی صاحب نے اپنے اکابر کے حالات پر ایک کتاب لکھی ہے " کاروانِ سلف" اس میں آپ نے پرفیسر عبداللہ بہاولپوری صاحب کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں اور اُن کی مدح سرائی میں انتہائی مبالغہ سے کام لیا ہے اور بہت سے حقائق کو بدل کر پیش کیا ہے۔ ایک مقام پر بھٹی صاحب لکھتے ہیں۔

"دیوبندی مکتبِ فکر کے ایک عالم دین مولانا محمد امین اوکاڑوی تھے حافظ صاحب کا اُن سے سرائے سدھو میں مناظرہ ہُوا تھا، یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مناظرہ کس موضوع پر ہُوا تھا، البتہ یہ پتا چلا ہے کہ حافظ صاحب اس مناظرے میں کامیاب رہے تھے"[1]

مجھے بھٹی صاحب کی اس بات کے غلط ہونے کا دن کے سُورج کی طرح پہلے ہی یقین تھا، تاہم مَیں نے سوچا کہ مولانا کو یہ حوالہ دکھاتے ہیں۔ چنانچہ مولانا مرحوم ہمارے گھر تشریف لائے تو مَیں نے یہ حوالہ آپ کے سامنے رکھ کر استفسار کیا کہ حضرت اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: بالکل جھوٹ ہے اِس مناظرہ میں عبداللہ بہاولپوری کو عبرتناک شکست ہُوئی تھی، یقین نہ آئے تو سرائے سدھو جا کہ مناظرہ کے دونوں طرف کے صدر صاحبان سے جو ابھی زندہ ہوں گے پُوچھ لیں، وہاں کے عوام سے پُوچھ لیں، سرائے سدھو کے در و دیوار سے پُوچھ لیں۔" مولانا جذباتی انداز میں بار بار یہ فرماتے رہے اور پھر وہاں کے مناظرہ اور خود بہاولپور میں عبداللہ بہاولپوری صاحب کے ساتھ ہونے والے مناظروں کی تفصیل سُناتے رہے، ناچیز کو کیا پتہ تھا کہ مولانا اگلے مہینہ ہم سے رُخصت ہونے والے ہیں ورنہ احقر اُن کی بیان کردہ تفصیلات کو نوٹ کر لیتا۔ راقم الحروف کو غیر مقلّدین کی غلط بیانی کا تو پہلے ہی یقین تھا اَب حق الیقین ہوگیا۔ بھٹی صاحب نے لکھا ہے کہ اُنھیں "یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مناظرہ کس موضوع پہ ہُوا تھا" ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ مناظرہ " قراءت فاتحہ خلف الامام" کے موضوع پر ہُوا تھا اور سرائے سدھو کے ایک چودھری نے کروایا تھا۔

بات چل ہی نکلی ہے تو غیر مقلّدین حضرات کی غلط بیانی کے ایک دو قصّے اور سُنتے چلیے۔

غیر مقلّدین کے ایک معروف مضمون نگار جناب عبدالرّشید عراقی صاحب نے ایک مضمون "علماء اہلِ حدیث کی ماضی کی بعض علمی خدمات پر ایک نظر" کے عنوان سے لکھا ہے، اُن کا یہ مضمون غیر مقلّدین کے رسالہ محدّث جلد نمبر ۲۶ شمارہ نمبر ۱ میں شائع ہُوا ہے۔ اس مضمون میں عراقی صاحب اپنے عُلماء کی خدمات کا تذکرہ کرتے

---

[1] کاروانِ سلف ص ۳۴۱

ہُوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"وجوب تقلید شخصی" کے عنوان سے مُرشد آباد (بنگال) میں جمادی الاولی (۱۳۰۵ھ) میں مناظرہ ہُوا تھا، یہ مناظرہ سات دن جاری رہا، اس مناظرہ میں مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کامیاب قرار پائے، چنانچہ اس مناظرہ کے اثر سے مُرشد آباد اور اس کے گرد و نواح کے ہزاروں آدمیوں نے مسلکِ اہلِ حدیث قبول کیا، اس مناظرہ کی روداد "مناظرہ مُرشد آباد" کے نام سے شائع ہُوئی۔"[1]

عراقی صاحب نے اپنے ایک دوسرے مضمون "عُلماء اہل حدیث کے تحریری مناظرے" میں پھر اسی بات کا اعادہ کیا ہے اور پہلے سے بڑھ کر کیا ہے، چنانچہ عراقی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"کیفیّت مناظرہ (مُرشد آباد) مولانا محمد سعید محدّث بنارسی بھی اس مناظرہ میں موجود تھے، آپ نے بھی اس مناظرہ کی روداد قلم بند کی یہ مناظرہ ایک ہفتہ تک جاری رہا اور مناظرہ کا یہ اثر ہُوا کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ اہلِ حدیث ہوگئے، مناظرہ جمادی الاوّل ۱۳۰۵ھ کو شروع ہُوا تھا۔"

مزید لکھتے ہیں:

"روداد مناظرہ مُرشد آباد (یہ کتاب اس مناظرہ کی روداد ہے جو مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (اہلِ حدیث) اور مولانا عبدالحق حقانی (حنفی) کے مابین جمادی الاوّل ۱۳۰۵ھ بمقام مُرشد آباد (مغربی بنگال) ہُوا تھا، عنوان مناظرہ وجوب تقلید شخصی تھا اور اس مناظرہ کا یہ اثر ہُوا کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ اہلِ حدیث ہوئے تھے، اس کتاب کے مرتّب مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی تھے۔"[2]

عراقی صاحب نے شاید اپنی جماعت کے عُلماء کی مرتّب کردہ رُودادوں کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ مولانا عبدالعزیز صاحب مناظرہ میں کامیاب قرار پائے تھے اور ہزاروں آدمیوں نے مسلکِ اہلِ حدیث قبول کر لیا تھا اور اپنی سمجھ کو اُنھوں نے نقل کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ انتہائی درجہ کی غلط بیانی اور جھوٹ ہے، ہمارے پاس "مناظرہ مُرشد آباد" کی تفصیلی روداد جو شیخ محمد الدین مالک اخبار الاخیار دہلی نے ۱۳۱۱ھ میں شائع کی تھی وہ موجود ہے شیخ محمد الدین مناظرہ میں موجود افراد میں سے تھے اُنھوں نے یہ سارا مناظرہ آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اُن کے سامنے جب غیر مقلد عُلماء کی مرتّب کردہ رودادیں آئیں جو غیر منضبط، ناقص اور غلط بیانیوں سے بھری ہُوئی تھیں تو اُنھوں نے مناظرہ

---

[1] محدث ج ۲۶ ش ۱ ص ۱۳۷ [2] محدث ج ۲۷ ش ۹ ص ۵ و ص ۵۱

کے ثالثوں سے مناظرہ کی نقل لے کر شائع کی تاکہ لوگ اصل حقیقت سے واقف ہوں اِس رو داد کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس مناظرہ میں غیر مقلدین کو ایسی شکست ہُوئی تھی کہ ندامت کے مارے اُن کے چہرے لٹک گئے تھے، عراقی صاحب کو چاہیے تھا کہ فتح کا نقارہ بجانے سے پہلے اِس رو داد کو بھی سامنے رکھ لیتے عراقی صاحب نے اپنے مضمون "علماء اہلِ حدیث کے تحریری مناظرے" میں جو اپنے عُلماء کی مرتّب کردہ رُو دادوں کو ذکر کیا ہے یہ بھی محل نظر ہے اس لیے کہ تحریری مناظرہ اور مناظرہ کی رو داد دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ عراقی صاحب یہ فرق نہیں کر سکے۔ عراقی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ مناظرہ مُرشد آباد تقریرًا ہُوا تھا تحریرًا نہیں ہاں بعد میں اس مناظرہ کی رو داد ضرور تحریر میں لائی گئی تھی کوئی بھی عقلمند آدمی رو دادِ مناظرہ کو مناظرہ نہیں کہہ سکتا۔

ہندوستان کی جماعتِ اسلامی کے ایک صاحب تابش مہدی نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی "تبلیغی نصاب" کے خلاف ایک کتاب بنام "تبلیغی نصاب ایک مطالعہ" لکھی تھی لاہور کی جماعتِ اسلامی کے کچھ حضرات نے بھی یہ کتاب چھاپ کر یُونیورسٹی کے طلباء میں تقسیم کی تھی جس کا ایک نسخہ راقم الحروف کو بھی ایک سٹوڈنٹ نے دیا تھا، ناچیز نے جب اس پر نظر ڈالی تو پتہ چلا کہ مصنف نے دجل و تلبیس سے کام لیتے ہوئے دیانت و شرافت کا خُون کیا ہے اور کچھ نہیں، ناچیز نے اس کا جواب لکھنے کا ارادہ کر رکھا تھا لیکن جب راقم ۱۹۹۸ء میں دیو بند گیا تو وہاں اِس کا جواب مطبوعہ شکل میں ملا۔ احقر وہ جواب خرید کر ساتھ لیتا آیا۔ یہاں آکر ایک ناشر صاحب نے اُسے چھاپنے کی خواہش ظاہر کی تو راقم نے اُن کی خواہش پر کتاب اُن کے حوالے کر دی افسوس کہ تاحال وہ کتاب اُنھوں نے نہیں چھاپی، قصّہ مختصر بتانا یہ ہے کہ "تبلیغی نصاب" کے خلاف لکھی جانے والی یہ کتاب منڈی راجو وال ضلع اوکاڑہ کے ایک غیر مقلد مولوی صاحب نے بھی لاہور سے چھپوائی اور اس کا یہ حال کیا کہ کتاب کا اصل ٹائیٹل اُتار کر اپنی طرف سے نیا ٹائیٹل لگایا اور کتاب کا اصل نام بدل کر یہ نام رکھا" دیو بندی ایک گمراہ فرقہ ہے۔" اُس کے اُوپر یہ تحریر کیا" دیو بند انڈیا کے پانچ ہزار دیو بندیوں نے دیو بندی فرقہ چھوڑ کر کتاب و سُنّت کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا دیو بندی ایک گمراہ فرقہ ہے اس سے بچو۔"

الاماں والحفیظ، اس قدر کذب و افتراء اور اس قدر دھوکہ و فریب شاید دھرتی نے کسی اور فرقہ کی زبانی نہ سُنا ہو راقم الحروف تین بار خود دیو بند جا چکا ہے لیکن تحقیق و جستجو کے باوجود پُورے دیو بند میں ایک گھرانہ بھی غیر مقلدین کا دستیاب نہیں ہو سکا۔ گھرانا تو بہت دُور کی بات ہے پُورے دیو بند میں ایک فرد بھی غیر مقلدین کا نہیں مل سکا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ غیر مقلدین حضرات جھوٹ بولنے اور اشتہار بازی میں کس قدر دیدہ دلیری

سے کام لیتے ہیں۔ ع چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

خیر میں مولانا اوکاڑوی مرحوم کے مناظر ہونے کے بارے میں عرض کر رہا تھا کہ آپ کا مناظر بننا منجانب اللہ تھا اور آپ کو اس میں تائیدِ ایزدی حاصل تھی۔ آپ نے جہاں بھی جس فرقہ سے بھی اور جس موضوع پر بھی ضرورت پڑی تحریرًا و تقریرًا مناظرہ کیا۔ اِن مناظروں میں جو صعوبتیں آپ نے برداشت کیں اُن کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا بعض اوقات مولانا مرحوم اپنے پر بیتتے ہوئے حالات سُناتے تھے تو رونا آجاتا تھا۔

ناچیز نے بارہا مولانا سے عرض کیا کہ حضرت اب آپ مناظروں میں شرکت کم کر دیں اب آپ کی صحت، عمر، اور حالات اس کے متحمل نہیں ہیں، آپ خود مناظروں میں شریک ہونے کے بجائے اپنے شاگردوں کو بھیج دیا کریں۔ مولانا اس کے جواب میں فرماتے تھے کہ "حق کے دفاع کا معاملہ ہے میں اسے کیسے چھوڑ دوں۔ اِس طرح تو بہت سے لوگ راہِ راست سے ہٹ جائیں گے۔" الغرض مولانا مرحوم نے زندگی کے اخیر لمحات تک اہلِ حق کی جانب سے دفاع کا فریضہ انجام دیا اور مناظرے کرتے رہے آپ کی وفات سے یُوں لگتا ہے کہ مناظرہ کا ایک باب بند ہوگیا ہے۔

اہلِ علم اس امر سے بخوبی واقف و آگاہ ہیں کہ احقاقِ حق و ابطالِ باطل نہایت دُشوار ترین اُمور میں سے ہے، اس میں خود مسلکِ اعتدال پر قائم رہنا اور دوسروں پر حق کو واضح کرنا توفیقِ ایزدی کے بغیر ممکن نہیں، مولانا اوکاڑوی مرحوم کی شخصیّت اہلِ سُنّت کے لیے اس لحاظ سے قابلِ فخر بھی تھی اور قابلِ صد رشک بھی کہ آپ اس پُرخار وادی میں قدم رکھنے کے باوجود اہلِ سُنّت کے انتہائی صاف و شفاف مسلک پر قائم تھے اور آپ پر موجودہ دَور کے تجدد پسندانہ افکار کے جراثیم اثر انداز نہیں ہو سکے تھے۔

آج کل دیکھنے میں آرہا ہے کہ بہت سے اہلِ علم بعض مسائل میں اکابر کے موقف سے ہٹ کر ایک الگ راہ پر چل رہے ہیں اور اُن کے معتقدین نے "حضرت کا تفرد" کہہ کر اُن کے حق پر ہونے کی مہر ثبت کر رکھی ہے، سچی بات یہ ہے کہ یہ راہ اُن کے لیے حق کی راہ نہیں ہے اُنہیں چاہیے کہ اکابر کے مسلک و مشرب کو اپناتے ہوئے تفرّد اور تجدّد کے دروازے کو بند کر دیں۔ مولانا اوکاڑوی مرحوم باوجودیکہ بے پناہ صلاحیتوں کے مالک تھے اور علم و عمل سے وافر حصہ پایا تھا لیکن آپ اکابر کے مسلک و مشرب پر سختی سے قائم تھے اسی کو باعثِ نجات سمجھتے تھے، آپ نے اکابر کے موقف سے ہٹ کر کسی مسئلہ میں کوئی نیا موقف اختیار نہیں کیا اور اپنے لیے کسی قسم کے تفرد کو رَوا نہیں رکھا۔

؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(قسط:۱)

# ربّانی اور شیطانی نظام کی کشمکش

## ایک اندیشہ جو واقعہ بھی بن سکتا ہے

○

از : راشد وحید قاسمی سیتاپوری

فسطائی طاقتیں یُوں تو ازل ہی سے اسلام دُشمن رہی ہیں اور رہیں گی، تاہم بیسویں صدی عیسوی سے اُن کے مشن میں حیرت انگیز تیزی آگئی ہے جس کی واضح علامت بیسویں صدی کے اوائل سے اَب تک عالمی سطح پر رونما ہونے والے وہ غیر معمولی اور خوں فشاں واقعات وحادثات ہیں جنھوں نے بہیمیّت و بربریّت اور فتنہ وفساد کے ماضی میں واقع شُدہ بڑے سے بڑے حادثہ کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا اور تاریخ کے باب میں مجنونانہ خوں ریزی اور وحشیانہ قتل وقتال کے ایک خُونیں عنوان کا اضافہ کیا ہے بلکہ شاید یہ کہنا زیادہ مناسب ہو کہ امن وامان اور حقوق ومساوات کے کارواں کا رُخ ظلم وستم اور لاقانونیت وبدعنوانیت کے خار زار کی سَمت پھیر دیا ہے، جہاں کوئی دستور اور کوئی معاہدہ نہیں چلتا بلکہ ہر بڑا چھوٹے کو ستاتا ہے، سینگ والا بے سینگوں پر مشقِ ستم کرتا ہے، غریبوں کے جسم سے لباس اُتار کر امیروں کی گاڑیاں صاف کی جاتی ہیں، بھُوکوں کے مُنہ سے لقمے چھین کر کُتّوں کو غذا فراہم کی جاتی ہے، پیاس سے بے تاب لبوں پر پان کی پچکاری مار دی جاتی ہے، فریاد مانگنے والے کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے، جبر واستبداد کی ہر طرح حوصلہ افزائی اور صبر وبرداشت کی طرح طرح سے دل شکنی ہوتی ہے وہ حادثات ایک دو اور مختلف زمان ومکان میں نہیں بلکہ کڑی در کڑی اور پے بہ پے واقع ہُوئے اور ہو رہے ہیں۔

(۱) ان میں ایک تو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک برپا ہونے والی پہلی جنگِ عظیم ہے جس میں لاکھوں انسانی جانیں ہلاک ہُوئیں اور اربوں کھرب کا سرمایہ تباہ ہُوا، اس کے بعد ۱۹۳۹ء میں بپا ہونے والی دوسری جنگِ عظیم جس میں برطانیہ فرانس، رُوس اور امریکہ۔ جرمنی اٹلی اور جاپان کے خلاف محاذ آرا ہُوئے پھر منطقی طور پر خلافت اسلامیہ کے پایۂ تخت ترکی کو بھی اس جنگ میں گھسیٹ لیا جس میں برطانیہ، فرانس رُوس اور امریکہ کو فتح ہُوئی اور جرمنی، اٹلی، جاپان اور تُرکی کو شکست ہُوئی، اٹلی میں کیتھولک چرچ کا خاتمہ ہُوا، جرمنی کی ہسیس برگ حکومت ختم، ویٹکن یہودیوں کے ہاتھوں

پر عمال ہوا اور ترکی کی خلافتِ اسلامیہ کا خاتمہ ہوگیا، جو معنوی لحاظ سے اس جنگ میں ہونے والا سب سے بڑا خسارہ تھا جس سے دیگر شکست خوردہ ممالک دوچار ہوئے اور اِسی پر بس نہیں، ترکی اس جنگ سے اس حد تک متأثّرہ ہوا کہ بمشکل تمام اپنے حدود اربعہ کو باقی رکھ سکا، اگر ذرا بھی چوک ہو جاتی تو ترکی کا بحیثیّت ترکی نشان بھی موجود نہ ہوتا اور اس کی تمام زمین حزبِ مخالف چٹ کر جاتی۔

یہ دراصل یہودی عالمی کانگرس کی ایک منظّم سازش تھی جس کے (سرمایہ دارانہ قطب اور اشتراکی قطب) دو الگ الگ رُوپ ہیں، چنانچہ جنگ کی ابتداء اشتراکیت اور سرمایہ داری ہی کی بُنیاد پر ہوئی لیکن جنگ ختم ہوتے ہی، اس کی اصل صُورت سامنے آگئی کہ یہ جنگ دراصل جرمنی اٹلی اور جاپان و ترکی کو تباہ کرنے کے لیے لڑی گئی تھی، ورنہ اگر محض اشتراکیت و سرمایہ داری جنگ کا باعث ہوتی تو سوویت یونین (رُوس) کی سوشلسٹ حکومت کو جرمنی کی سوشلسٹ حکومت کا ساتھ دینا چاہیے تھا لیکن ایسا نہیں ہوا سوویت یونین نے امریکہ اور فرانس کی حمایت کی جو حکومتیں نظام میں اسکے اپوزٹ تھیں اور جرمنی جو اس کے ہم نظام تھی اس کی تباہ کاری میں بنفسِ نفیس شریک رہی، اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہودی عالمی کانگریس نے دونوں قطب محض اپنے مفادات کے حصول کے لیے وضع کیے جو بظاہر باہم دست و گریباں رہیں گے اور اپنے اپنے حلیف اور حمایتی تیّار کریں گے لیکن جب کوئی معرکہ ہوگا تو دونوں قطب مل کر حلیفوں کو تباہ کر کے اپنے مفادات حاصل کرلیں گے بلکہ معرکہ بھی محض اسی لیے لڑا جائے گا کہ یہودی عالمی کانگرس کو اس سے مفادات حاصل ہونے کے امکانات ہوں گے اس جنگ کا یہی نتیجہ ہُوا کہ جن ممالک سے یہودی کانگرس کو خطرہ تھا اُنھیں دائیں اور بائیں بازو کا حلیف بنا کر میدان میں اُتار دیا گیا پھر باہم مل کر اُن پر اتنی ضربیں لگائیں کہ وہ اپنا وجود کھو بیٹھے اور یہودی عالمی کانگرس کے دیکھے ہُوئے اکثر خواب شرمندۂ تعبیر ہوگئے۔

۱۔ ریاست اسرائیل کا قیام عمل میں آگیا جو اس کی دیرینہ اور سب سے بڑی آرزو تھی۔

۲۔ ورلڈ بنک کا وجود ہُوا جہاں پُورے عالم کا سرمایہ جمع ہوتا ہے اور یہودی اسے اپنے مفادات میں استعمال کرتے ہیں۔

۳۔ سلامتی کونسل تیّار ہوگئی جہاں رُوس اور امریکہ کے باہم متحارب گروپ پُورے عالم پر تسلّط کے لیے مشورے کرتے ہیں۔

۴۔ اقوامِ متحدہ بھی بن گئی جس کی ہدایات کے تحت دُنیا کے تمام ممالک کو عمل کرنا ہے، قرار داد وہی پاس ہوگی جس پر رُوس اور امریکہ دونوں متفق ہوں اگر کوئی قرار داد یہودی مفادات کے خلاف ہُوئی تو دونوں میں ایک بہر حال صاد نہیں کرسکتا، تو قرار داد بھی منظور نہیں ہو سکتی جو کہ فلسطین و اسرائیل کے تئیں اُن کے موجودہ طرزِ عمل سے ظاہر ہے۔

(۲) تیسرا بڑا حادثہ خلیج کی جنگ قرار پائی، جہاں عراق کو شہ دے کر کویت پر حملہ کرایا گیا، پھر کویت کی حمایت اور

دہشت زدہ سعودیوں کی ڈھارس بندھانے کی غرض سے امریکی افواج اُتریں جنھوں نے ایک طرف تو عراق جیسی ممتاز اسلامی قوّت کا خاتمہ کیا بلکہ اُسے اقتصادی اور سماجی طور پر بھی لب دم کر دیا اور دوسری طرف عالمِ اسلام کے قلب میں اپنے قدم جما لیے، پُوری جنگ میں ہونے والے خرچ سے دوگنہ سہ گونہ ان سے وصول کیا، تیل کے کنوؤں پر اپنا قبضہ کرلیا، اپنی بود و باش سے وہاں کی اسلامی تہذیب کو گھن لگایا اور ہنوز اُن کا خُون چُوس رہی ہے۔ تیس ہزار فوجیوں کی تنخواہ امریکی ڈالروں میں اُن سے وصول کرتی ہے، مزید پیسے اینٹھنے ہوتے ہیں تو عراق پر دو چار گولے پھینک دیتی ہے اور من مانی رقم گھسیٹ لیتی ہے۔ خلیجی امداد کی عدم ضرورت کا اظہار کرتے بھی ہیں تو اُنھیں آنکھیں دکھادیتی ہے وہ اپنی ملوکانہ عشرت گاہوں اور مسندِ اقتدار کو چھوڑنا کب پسند کرسکتے ہیں، چپ سادھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔

حال ہی میں شمال مشرق اور جنوب مشرق کے تعلّق سے دو خبریں شائع ہُوئیں جو ابتدائی اور ظاہری نوعیت کے لحاظ سے معمولی اور لایعبأ بہٖ ہیں لیکن تاریخ اور حالات پر نظر رکھنے والے شخص کے لیے اُنھیں سرسری طور پر پڑھ کر گزر جانا اور اُن سے عملی دُنیا میں صرف نظر کرلینا غیر ممکن ہے

(۱) ۲۸ رستمبر کو اسرائیل کے اپوزیشن لیڈر ایریل شیرون نے یروشلم میں واقع مسجد اقصٰی کے کمپاؤنڈ کا دَورہ کیا، فلسطینیوں کو اس کی نیت پر شُبہ تھا اس لیے کہ جنرل شیرون ہی وہ سفاک یہودی ہے جس نے ۱۹۸۲ء میں بیروت کے مضافات میں واقع صابرہ اور شتیلہ کے کیمپس میں فلانجی عیسائیوں کے ساتھ مل کر فلسطینیوں کا قتلِ عام کیا تھا۔ فلسطینیوں نے اس کے داخلہ پر احتجاج کیا تو اسرائیلی فوجیوں نے اُن پر گولیوں کا مینہ برسایا۔ اور مسجد اقصٰی میں لگے ہُوئے فلسطینی جھنڈے اُتار کر پھاڑ دیے اس پُر تشدد کارروائی میں ۱۰ اکتوبر کو مقتولین کی تعداد ۸۶ اور زخمیوں کی کم از کم ۱۹۰۰ ہوگئی، صلح کی گفتگو کے لیے فلسطینی صدر یاسر عرفات اور اسرائیلی صدر یہود بارک کو شرم الشیخ میں مس البرائٹ اور مسٹر حسنی کے ساتھ جمع ہونا طے پایا، تینوں افراد پہنچ گئے مگر یہود بارک نہیں گئے۔ عالمی سطح پر اقوامِ متحدہ پر اسرائیل کی متشدّدانہ کارروائیوں کے خلاف قرار داد پاس کرلے کے لیے دباؤ پڑا تو امریکہ نے قرار داد کو ویٹو کرنے کا اعلان کردیا۔ یاد رہے امریکہ کے ویٹو کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ قرار داد اکثریتی بُنیاد پر بھی پاس نہیں ہوسکتی، حالات کے پیشِ نظر امریکہ نے ویٹو گرچہ نہیں کیا لیکن ووٹنگ کے وقت غیر حاضر رہا اور امریکہ کے سفیر رچرڈ ہونبروک نے امریکہ کی اسرائیل نوازی اور اسلام دُشمنی کا ثبوت دبے دبے الفاظ میں اس طرح دے دیا کہ یہ قرارداد ایک اچھی قرار داد نہیں ہے

کیوں کہ اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ ان ہنگاموں میں اسرائیلی بھی مارے گئے اور زخمی ہوئے، ذرا بھی عقل رکھنے والا شخص سمجھ سکتا ہے کہ قرار داد اسرائیل کی جارحیت کے خلاف پاس ہو رہی ہے اور مسٹر رچرڈ کو اسرائیلی فوجیوں کے مارے جانے پر افسوس ہے جب کہ سارے اقدامات اُنہیں کی طرف سے تھے۔

(۲) ہندوستان اور امریکہ نے عالمی دہشت گردی کے انسداد کے لیے امریکی صدر مسٹر کلنٹن کے گزشتہ مارچ میں دَورہ ہندوستان کے موقع پر ایک ورکنگ گروپ تشکیل دیا جس کے تحت پہلا اجلاس امریکہ اور دوسرا ہندوستان منعقد ہُوا۔ ۲۵ ستمبر کو ایک اعلیٰ سطحی امریکی وفد انسداد دہشت گردی کے رابطہ کار اعلیٰ مسٹر مائیکل شیہان ـــــــــ کی قیادت میں انڈیا وارد ہُوا اور تین دن تک بین الاقوامی سطح پر انسدادِ دہشت گردی کے موضوع پر دونوں ممالک کے وفود کے مابین سرگرم گفتگو ہُوئی جس کے دوران دونوں ملکوں کے مابین اطلاعات اور تجربات کے تبادلہ کی بُنیاد پر تعاون بڑھانے منشیات اور دہشت گردی پر قابُو پانے اور جلا وطن سعودی اسامہ بن لادن اور پاکستان کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے اور اُن کی عسکری تحریکوں کی شکست و ریخت کرنے پر بھی غور کیا گیا۔ ساتھ ہی انسداد دہشت گردی کے لیے ہندوستان نے دُنیا کے سب سے بڑے دہشت گرد ملک اسرائیل کا تعاون بھی حاصل کر لیا ہے، اور آج کل ایک اعلیٰ سطحی اسرائیلی وفد کشمیر کا دَورہ کر رہا ہے جہاں وہ دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لیے ہندوستانی سیکورٹی فورسوں ـــــــــ کو مشورہ دے گا، وزیر اعظم کے خصوصی مشیر برائے اُمور سلامتی مسٹر برجیس مشرا کے بیان کے مطابق وزیر اعظم اٹل بہاری باجپئی نے رُوسی صدر مسٹر پوتن کے ساتھ عالمی امن کو یقینی بنانے اور عالمی سطح پر تخفیف اسلحہ اور تجدید اسلحہ بلکہ پورے عالم کو اسلحہ سے پاک کرنے کے موضوع پر گفتگو کی اور ایک ورکنگ گروپ ـــــــــ تشکیل دینے کا منصوبہ بنایا جس کے اہم مقاصد میں سے افغانستان کی بڑھتی ہُوئی فتوحات پر بند باندھنا اور اس کی داخلی افراتفری کو ختم کرنا ہوگا، یہ خیال رہے کہ آج دہشت گردی فقط اُمت مسلمہ کی اسلام پسندی اور اس کے مذہبی دفاع سے عبارت ہے افغانستان دُنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ملک اسی لیے ہے کہ وہ اسلامی قوانین کا علمبردار اور اسلامی حکومت کے قیام کی کوششوں میں مصروف ہے انڈیا بھی اسے دہشت گرد ملک اور ہندوستان میں موجود اسلامی اداروں اور تنظیموں کو دہشت گردی کے اڈّے اور عناصر محض اسی لیے سمجھتا ہے کہ وہ اسلام پسند اور ایمانی اُصولوں پر کاربند کیوں ہیں ؟ اُنہیں ہندوستان میں رہنے کی وجہ سے اپنے آپ کو ہندی دھرم اور

تہذیب میں ضم کر دینا چاہیے تھا، جیسا کہ آر ایس ایس کے یکساں سول کوڈ اور مذہبی بل کے نفاذ پر اصرار اور قرآنِ کریم کی توہین، رسالت مآب کے استہزاء اور اکابر علماء اور دینی اداروں پر چھاپوں اور پابندیوں سے واضح ہے ورنہ انڈیا کو ایمان فروش مسلمان، بے کردار اداروں اور نام نہاد مسلم ممالک سے کوئی پرخاش نہیں جیسا کہ اس نے اپنی حکومت میں کچھ مسلمان نام رکھنے والوں کو عہدوں سے بھی سرفراز کیا ہے، اسے بیر صرف اسلام اور پختہ مسلمانوں سے ہے اسی لیے اس نے بیک وقت امریکہ، اسرائیل اور روس کے ساتھ مل کر ورکنگ گروپ تشکیل دیئے ہیں، جنھیں انسدادِ دہشت گردی کے لیبل کے ——— ساتھ فرقہ وارانہ اور عصبیتی بنیادوں پر استعمال کیا جائے گا اور جمہوری بنیادوں پر قائم ہندستان کو ہندو راشٹر بنانے کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنایا جائے گا لیکن قدرے انتظار اور سفاکی وخونریزی کے بعد۔

بہر حال داخلی مفادات، اور خوب صورت خواب کچھ بھی ہوں، خارجی سطح پر مشرق وسطی میں رونما ہونے والے یہ دو غیر معمولی واقعات ہیں، جو جغرافیائی حساب سے شمال وجنوب سے متعلق دُور دراز اور فاصلہ در فاصلہ سہی، حقیقت میں یہ دونوں ایک ہی زنجیر کی دو کڑیاں اور ایک ہی چکی کے دو پاٹ ہیں۔ جن میں اقوامِ مشرق کو پسنا اور تباہ ہونا ہے اس لیے کہ تھیس اور اینٹی تھیس کے ذریعہ یہودیوں کو جو مسن تھیس دریافت کرنی مقصود تھی اُس میں سرفہرست مشرق وسطیٰ پر بالواسطہ یا بلاواسطہ قبضہ اور پھر پُورے عالم پر سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی قبضہ شامل تھا جس کی بُنیاد تنک کے باب یحزقیل رکوع ۳۶ کی ۲۴ تا ۲۸ کی وہ آیات ہیں جن میں یہود کے تئیں یہ پیشین گوئی مذکور ہے کہ انھیں دُنیا کے تمام ممالک سے نکال کر اُن کے آبائی ملک اسرائیل میں پہنچادیا جائے گا، اُن پر خالص پانی چھڑک کر انھیں پاک کر دیا جائے گا، انھیں نیا دل، نئی رُوح اور نیا جذبۂ عمل میسّر ہوگا، ان کے اندر خُدائی رُوح دوڑ رہی ہوگی اور وہ اس کے مطابق عمل کر رہے ہوں گے۔

مؤرخین ومفسّرین جانتے ہیں کہ تنک کی یہ آیات بعثت عیسوی کے متعلّق تھیں لیکن یہودیوں نے بزعم خود حضرت عیسیٰ کو قتل کر کے آج تک اپنے آپ کو انھیں آیات کا مخاطب سمجھ رکھا ہے اور اس پیشین گوئی کی خوش فہمیوں نے انھیں پاگل کر دیا ہے وہ ہر طرح کا فتنہ برپا کر کے اپنے آپ کو خُدائی مرضیات کا علمبردار سمجھ رہے ہیں جبکہ ان کا اسرائیل میں اکٹھا ہونا، احادیث کی رو سے دجّال کی آمد اور نزولِ عیسیٰ علیہ السّلام کا پیش خیمہ ہے تاکہ یہودیوں کو قتل کرنے کے لیے حضرت مسیح کو ملک در ملک انھیں تلاش نہ کرنا پڑے۔ اسرائیل کے

(باقی ص ۵۳ پر)

# شرک کی اقسام اور اُن کا حکم

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الواحد صاحب
مفتی جامعہ مدنیہ لاہور

امداد الاحکام جلد اوّل میں " نہایۃ الادراک فی اقسام الاشراک " کے نام سے ایک مضمون ہے جو اگرچہ بہت وقیع ہے لیکن اس سے صحیح فائدہ اہلِ علم ہی اُٹھا سکتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوا کہ اس مضمون کو ترتیب کے ساتھ اور وضاحتوں کے ساتھ عام فہم کر دیا جائے تاکہ کسی کی تکفیر میں غلو و مبالغہ سے کام نہ لیا جائے۔

قرآن پاک میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ ( بلاشبہ اللہ اس کو معاف نہیں کریں گے کہ اُن کے ساتھ شرک کیا جائے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس شرک کی کیا حقیقت ہے اور آیا اس شرک کے کوئی درجے بھی ہیں کہ ان میں سے کسی پر بالکل نجات نہ ہو اور کسی درجہ میں شرک کے باوجود نجات ہو سکتی ہو، اور ایک تو بزرگوں کی قبروں کو خاص نیت و اعتقاد کے ساتھ سجدہ کرنا حاجت مانگنا ہے یا ان پر حلوہ شیرینی وغیرہ چڑھانا ہے دوسرے بتوں یا پیپل کے درخت کو اسی نیت و اعتقاد کے ساتھ سجدہ کرنا حاجت مانگنا یا اُن پر حلوہ وغیرہ چڑھانا ہے تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ بزرگوں کو تو چونکہ اللہ کے ہاں مقبولیت حاصل ہے اس لیے اُن کے ساتھ مذکورہ بالا معاملہ کرنے کے باوجود نجات ہو جائے اور بتوں اور پیپل کے ساتھ وہی معاملہ نجات کے منافی ہو؟

جواب

اس کی تفصیل یہ ہے کہ شرک کے دو درجے ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی الوہیت یعنی اس کی خدائی میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔ دوسرے خدائی میں تو شریک نہ ٹھہرائے لیکن کچھ چیزیں کہ اُن کا اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہونا قرآن و حدیث کے دلائل سے ثابت ہے ان میں دوسرے کو شریک کرنا۔

پہلے درجہ کا شرک تو کبھی بھی معاف نہ ہوگا کیونکہ وہ حقیقی شرک ہے کہ خدا کی خدائی میں شریک ٹھہرایا ہے اور چونکہ اس کے مرتکب نے خدا تعالیٰ کو اس طرح سے نہیں مانا جیسے ماننا چاہیے تھا اس لیے اس کا خدا کو ماننا نہ ماننے کے برابر ہوا اور یہ شخص کافر ٹھہرا۔ اس درجہ کو ہم کفریہ شرک کا نام دیتے ہیں۔

دوسرے درجہ میں چونکہ حقیقتاً خدائی میں شریک نہیں ٹھہرایا اس لیے اس کا مرتکب کافر نہیں اور اس کو دائمی عذاب نہ ہوگا لیکن چونکہ شرک تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں شریک ٹھہرایا ہے لہٰذا اس کے دو اثر ہوں گے۔ ایک یہ کہ یہ شخص اہلِ سُنّت و جماعت سے خارج ہوگا کیونکہ اُس نے اُن کے خلاف عقیدہ اختیار کیا۔ دوسرے آیت ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرك بہ کے بموجب اگر توبہ کیے بغیر مرگیا تو اس پر اس کو سزا ضرور ہوگی لیکن دائمی نہیں ہوگی اور بالآخر نجات ہو جائے گی۔ اس درجہ کو ہم فسقیہ شرک کہتے ہیں۔

آگے ان دو درجوں کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

## شرک کا پہلا درجہ : کُفریہ شرک

اس کی مندرجہ ذیل صُورتیں ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرانا مثلاً دو یا زائد خُدا ماننا جیسے عیسائی یا مجوسی مانتے ہیں۔

۲۔ جو صفات اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہوں ان میں کسی کو شریک ٹھہرانا مثلاً

الف۔ اللہ تعالیٰ کی صفت علم غیب میں شریک ٹھہرانا یعنی کسی بندے کے لیے وہ صلاحیت ماننا جس سے وہ کسی بھی بات کو کسی بھی واسطہ اور ذریعہ کے بغیر جان سکے خواہ یہ عقیدہ ہو کہ اس بندے کو وہ صلاحیت ازخود حاصل ہے یا اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہے۔

ب۔ اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت و تصرف میں شریک ٹھہرانا خواہ

i۔ یہ عقیدہ ہو کہ کسی مخلوق کو نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت ازخود حاصل ہے۔

ii یا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی خاص مقرب بندے کو نفع و ضرر پہنچانے کی مستقل قدرت عطا فرمادی ہے اور وہ مقرب اپنے معتقد یا مخالف کو نفع یا ضرر پہنچا سکتا ہے اس طرح سے کہ ہر ہر نفع یا ضرر رسانی میں وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیّت کا محتاج نہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ روکنا چاہیں تو پھر اللہ ہی کی قدرت غالب ہوگی جیسے کوئی حاکم اعلیٰ اپنے نائبین کو خاص اختیارات اس طرح دے دیتا

ہے کہ اُن کے اجراء کے وقت حاکم اعلیٰ کی منظوری نہیں لی جاتی اگرچہ حاکم اعلیٰ روکنا چاہے تو پھر اسی کا حکم غالب رہے گا۔

اس عقیدے کے ساتھ اگر غیر اللہ کے نام کی قسم کھائی یا اُس کے نام کی نذر مانی تو یہ بھی کُفر یہ شرک ہے۔

ج۔ اللہ تعالیٰ کی صفت معبودیّت میں شریک ٹھہرانا۔

معبود کہتے ہیں مستحق عبادت کو اور عبادت سے مُراد ہے کسی کو انتہائی قابلِ تعظیم سمجھتے ہُوئے اس کے سامنے انتہائی درجے کی عاجزی و تذلل اختیار کرنا۔ اس میں شریک ٹھہرانے کی صُورتیں یہ ہیں۔

i۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرح کا انتہائی قابلِ تعظیم سمجھتے ہُوئے اس کے سامنے رکوع و سجود جیسے افعال کرنا جو کہ انتہائی تذلل و عاجزی کے افعال ہیں۔

ii۔ جس چیز کی عبادت کافروں میں رائج ہو اور اُس کی ذات میں فی الواقع تعظیم کا کوئی پہلو نہ ہو مثلاً بت، پیپل کا درخت، صلیب، سورج اور آگ وغیرہ جب کوئی مُسلمان اس کو سجدہ کرے تو یہی سمجھا جائے گا کہ وہ اس کی عبادت کر رہا ہے۔ محض تعظیم نہیں کر رہا (کیونکہ اس کی ذات میں فی الواقع تعظیم کا کوئی بھی پہلو نہیں ہے) اور ہم انسان اس کے شرک و کُفر کا قول کرنے پر مجبور ہوں گے۔ البتہ اگر سجدہ کرنے والے کی قلبی تصدیق اور ایمان میں فی الواقع خلل واقع نہ ہُوا ہو اور اُس نے عبادت کے طور پر نہیں بلکہ محض دیکھا دیکھی یا اور کسی حماقت سے سجدہ کیا ہو تو وہ عنداللہ کافر و مُشرک نہ ہوگا بلکہ محض فسقیہ شرک کا مرتکب قرار پائے گا۔

iii۔ اگر ذبح کرتے وقت جانور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کا نام بھی لیا تو امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ایسا شخص کافر و مرتد ہو جاتا ہے۔

iv۔ غیر اللہ کے تقرب کے لیے اگر غیر اللہ کا نام لے کر جانور ذبح کرے تو یہ بھی کُفر ہے

## شرک کا دوسرا درجہ : فسقیہ شرک

اس کی یہ صُورتیں ہیں :

ا۔ ان مغیبات کا علم کسی بھی مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کی عطا سے ماننا جن کے بارے میں قرآن و حدیث میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کو کوئی نہیں جانتا مثلاً یہ کہنا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس بات کا علم دیا گیا تھا کہ قیامت کا دن کب ہوگا یہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی علم میں غیر کو شریک کرنا ہُوا جبکہ صحیح بخاری

کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسی بات کہنے والے کے بارے میں کہا کہ وہ تو بڑا بہتان باندھنے والا ہے۔

۲۔ کسی بندے میں تصرف و قدرت کو اللہ کی عطا سمجھے اور یہ بھی عقیدہ رکھے کہ اس بندے کا کوئی بھی نفع یا ضرر پہنچانا اللہ تعالیٰ کے خاص اس ضرر یا نفع پہنچانے کے ارادے اور مشیّت پر موقوف ہے۔

۳۔ رکوع و سجود وغیرہ افعال عبادت کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ مخلوق کی تعظیم کے لیے بھی ان کا ہونا ثابت ہے مثلاً قرآن پاک میں ہے کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت آدم علیہ السّلام کو سجدہ کیا اور حضرت یوسف علیہ السّلام کو اُن کے بھائیوں نے سجدہ کیا۔ لیکن ہماری شریعت میں تعظیم کے طور پر بھی کسی مخلوق کے سامنے سجدہ کرنے بلکہ رکوع کے بقدر جھک جانے کو بھی منع کیا گیا ہے۔ ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں حیرہ کے شہر میں گیا تو مَیں نے وہاں کے لوگوں کو اپنے راجہ کو سجدہ کرتے ہُوتے دیکھا۔ مَیں نے دِل میں کہا کہ بلاشُبہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سجدہ کیے جانے کے زیادہ حق دار ہیں۔ چنانچہ مَیں نے آپ کے پاس آکر کہا کہ مَیں نے حیرہ میں لوگوں کو راجہ کو سجدہ کرتے ہُوئے دیکھا اور آپ تو اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں آپ نے فرمایا ذرا یہ تو بتاؤ کہ اگر تم میری قبر پر گذرو تو کیا اس کو بھی سجدہ کرو گے۔ مَیں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو (میرے ساتھ بھی) ایسا مت کرو۔

عبادت میں فسقیہ شرک کی صُورتیں یہ ہیں:

i۔ تعظیم کے لیے غیر اللہ کے سامنے رکوع کے بقدر جھک جانا یا سجدہ کرنا۔

ii۔ قبر اور تعزیہ کو سجدہ کرنا جبکہ صاحب قبر کے بارے میں کُفریہ شرک کا عقیدہ نہ ہو۔

iii۔ کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ فلاں بزرگ کو مستقل قدرت تو حاصل نہیں، البتہ قرب و قبولیّت کا درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ملا ہُوا ہے اور یہ بزرگ اپنے متوسلین اور متعلّقین کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں محض سفارش کرتے ہیں اور نفع و ضرر صرف اللہ تعالیٰ ہی پہنچاتے ہَیں لیکن اُن کی سفارش کبھی رَد نہیں ہوتی اور اس سفارش کو حاصل کرنے کے لیے اس بزرگ کی تعظیم کے خیال سے اس کو یا اس کی قبر کو سجدہ کرتے ہَیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اس سے بَرتر سمجھتے ہیں۔

iv۔ کُفریہ شرک کا عقیدہ نہ ہوتے ہُوتے غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا اور نذر ماننا اور جانور اس کے نامزد کرنا۔

# مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تحریر۔ محمد عثمان بیگ فاروقی
پرسنل سیکرٹری حضرت قاسمی

موحد تجھ سا اب پیدا نہ ہوگا پھر زمانے میں
ملے گا تذکرہ تیرا محبّت کے فسانے میں

دُنیا سے جانا تو ہر ایک نے ہی ہوتا ہے مگر کچھ لوگ اس انداز سے دُنیا سے جاتے ہیں کہ اپنے پیچھے سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ کروڑوں آنکھیں اشکبار اور بے شمار قلوب و اذہان کو بے قرار چھوڑ جاتے ہیں۔

ایسے ہی ہمہ صفت موصوف لوگوں میں سے ایک میرے مربّی و مُحسن میرے رُوحانی والد حضرت مولانا ضیاالقاسمیؒ بھی ہیں... انھوں نے تقریباً نصف صدی اسلام کی عظمت کی پاسبانی، توحید و سُنّت کی دعوت، شرک و بدعت کی بیخ کنی ناموسِ صحابہ کی حفاظت جیسے فرائض کٹھن ترین حالات میں ادا کیے۔

بقول حفیظ جالندھری

؎ یہ نصف صدی کا قصّہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بعد جب وقت کو کسی خطیب کی صُورت میں پاسبانِ اسلام کی ضرورت پڑی تو مولانا ضیاء القاسمی ایک نظریہ ایک موقف بلکہ اگر یُوں کہوں تو زیادہ مناسب ہوگا کہ ایک عقیدہ لے کر میدانِ خطابت میں اُترے اور پھر اُنھیں اپنا مقام پیدا کرنے میں کوئی زیادہ وقت پیش نہ آئی بلکہ حضرت قاسمیؒ صاحب کے بقول "قرآن اپنا راستہ خود بناتا ہے" حضرت قاسمیؒ کی قرآنی دلائل سے لبریز عقائد کی دعوت پر مشتمل تقاریر نے لوگوں کو بہت جلد اپنا گرویدہ بنالیا ہے اور پھر شاہ جی کے جلسوں کے سامعین حضرت قاسمیؒ کے جلسوں کی رونق نظر آنے لگے اور یہ جُملہ حضرت قاسمیؒ کی تقریر کے اختتام پر ہر کسی کی زبان پہ ہوتا تھا کہ " شاہ جی نوں بعد آج کسے دی تقریر سُن کے جس آئی اے"۔ باقی جو کسر رہ گئی

تھی وہ دارالعلوم دیوبند جاکر شیخ العرب و العجم حضرت اقدس سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے سے پُوری ہوگئی۔

اس کے بعد تو حضرت شیخ کی محبّت نے وہ اثر دکھایا کہ بڑے بڑے اکابرین علماء حیران ہونے لگے.. جلسوں میں لوگوں کی تعداد پہلے سے زیادہ ہونے لگی، لہجے اور انداز میں پختگی آنے لگی حضرت قاسمیؒ کے جلسے لوگوں کے دلوں پر سحر طاری کرنے لگے... بس یہ کیا تھا... صرف صحبت حضرت مدنیؒ کا اثر تھا۔

توحید کی دعوت کا اس انداز سے چوکوں، چوراہوں، گلی کوچوں، دیہاتوں شہروں اور بیرون ممالک میں بیان ہوتا شرک کے پجاریوں کو کب برداشت تھا اُنھوں نے مولانا ضیاء القاسمیؒ کا راستہ روکنے کے لیے تمام اوچھے ہتھکنڈے استعمال کیے لیکن

قصر سلطاں کی فلک بوس فصیلوں پہ نہ جا
آئیں طوفان تو رُکتے نہیں دیواروں سے

پھر دُنیا نے یہ بھی دیکھا کہ ایک ہی سٹیج پر مولانا ضیاء القاسمیؒ اپنے بڑوں کے سے آنے لگے اور پھر بڑوں کی محبّت اور رفاقت بھی اُن کو بڑا بنانے لگی۔ مولانا ضیاء القاسمیؒ نے حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، محافظ ختم نبوّت مولانا محمد علی جالندھری، قاطع رافضیت مولانا دوست محمّد قریشی، فاتح مودودیّت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، وکیل ختم نبوّت مولانا مفتی محمود سمیت اپنے وقت کے ممتاز اور اکابر علماء کے ساتھ ہر محاذ پہ اسلام کی خدمت کی۔

متعدّد تحریکوں میں مولانا ضیاء القاسمیؒ نے نہ صرف مجاہدانہ بلکہ لیڈرانہ اور بے باکانہ کردار ادا کیا۔ تحریکِ ختم نبوّت، تحریک نظام مصطفٰے، تحریک مدح صحابہ، تحریکِ رد بریلویّت اور تحریکِ ردِ مودودیّت میں مولانا ضیاء القاسمیؒ کا کردار سُنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔

مولانا ضیاء القاسمیؒ نوجوانوں کو عالمِ اسلام کا سرمایہ سمجھتے تھے اور ہر طرح سے اُن کی سرپرستی فرماتے تھے یہی وجہ ہے کہ ہر دَور میں نوجوان رضا کاروں کی ایک کثیر تعداد اُن کے شانہ بشانہ رہی ہے.. مولانا ضیاء القاسمیؒ نے نوجوانوں کو علمی تربیت دے کر ہر محاذ پر دُشمنانِ اسلام کے خلاف اپنے علم کے ذریعے دلائل کی جنگ لڑنے کے قابل بنایا.. بہت سے خطباء کو خطابت سکھا کر بولنے کے قابل بنایا... بہت سے نوجوانوں سے بُزدلی چھین کر اُنھیں بہادری اور جوانمردی سکھائی... بہت سے نوجوانوں کو سکول ٹیچری سے ہٹا کر اسلام کا سپاہی بنایا۔

بہت سے نوجوانوں کو فن مناظرہ میں طاق بنا کر دُشمن اسلام کا راستہ روکنے کی سعی کی . . میرے خیال میں مولانا ضیاء القاسمیؒ کی یہ تاریخی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

راقم الحروف کو بھی کچھ عرصہ حضرت مولانا ضیاء القاسمی نور اللہ مرقدہ کی صحبت میں گزارنے کا شرف حاصل رہا ہے اور مَیں نے محسوس کیا ہے کہ مولانا ضیاء القاسمی کی ضیاء پاشیاں واقعی ذروں کو آفتاب بنانے کی صلاحیت رکھتی تھیں . . . راقم کو جو کچھ اُن کی صُحبت میں رہ کر حاصل ہُوا مَیں بلا مبالغہ کہتا ہُوں کہ ساری زندگی درس نظامی کی کُتب اور بڑی بڑی ضخیم کُتب کی ورق گردانی سے بھی حاصل نہ ہو سکا۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ

کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ سے کسب فیض کرنے سے محسوس کرتا ہوں کہ

آنکھوں میں بس گئی ہَیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن کسی کی نظر میں رہا ہوں میں

مولانا ضیاء القاسمیؒ نے ساری زندگی مجاہد بن کر گزاری اور ہمیشہ مجاور بننے سے گریز کیا . . . سپاہ صحابہ کے بننے سے لے کر تادمِ آخر اپنی پُوری توانائیوں کے ساتھ امی عائشہؓ کے دوپٹے کے محافظوں اور سپاہ صحابہ کے شاہینوں کی سرپرستی جاری رکھی . . . ایک ادنیٰ کارکن سے لے کر اعلیٰ قیادت تک ہر ایک کی مصیبت میں بے لوث اس کی مدد کرنا مولانا ضیاء القاسمی کا محبوب مشغلہ تھا . . . حضور علیہ السّلام اور صحابہ سے محبت اس قدر تھی جب حضور علیہ السّلام کی تبلیغ اور مصائب کا ذکر آتا تو آنکھیں آنسوؤں کی لڑیاں پرونے لگتیں . . . صحابہ کا ذکر آتا تو رقت آمیز مناظر دیکھنے میں آتے . . . یہ ایک حقیقت ہَے کہ جب آدمی کو عروج ملتا ہے تو جہاں محبّت کرنے والوں کی ایک جماعت ملتی ہے وہاں حاسدین اور معاندین کا ایک ٹولہ بھی مقابل آجاتا ہے۔ مولانا ضیاء القاسمی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہُوا . . . مولانا ضیاء القاسمیؒ مجھے اکثر یہ شعر سُنا کر اپنے کرب کا اظہار فرماتے تھے کہ

زندگی بھر سنگ برساتے رہے اہلِ وطن
یہ الگ بات ہَے دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ

اور ہُوا بھی ایسے ہی کہ جب ضیاء القاسمی نامی پُھول چمن میں اپنی خوشبوئیں بکھیر چکا اور داعی اجل کی طرف

سے پیغام اجل آگیا تو سپریم کونسل سپاہ صحابہ پاکستان کا یہ چیئرمین ، اسلامی نظریاتی کونسل کے تین دفعہ منتخب ہونے والے ممبر صحابہ اور حضور علیہ السّلام کے سچے عاشق نے کلمہ توحید کا ورد زبان پر سجا کر آبِ زم زم کے پانی سے دنیاوی پیاس بُجھا کر دارالبقاء کا سفر اختیار کیا (وہی پانی جس کے قصیدے اس انداز میں گایا کرتے تھے نہ رنگ بدلے نہ ذائقہ بدلے نہ خوشبو بدلے) تو پھر ہر دوست دُشمن کی زبان پر یہی تھا کہ مولانا بہت اچھے آدمی تھے، مولانا نے ساری زندگی توحید کی خدمت کی . . . وغیرہ وغیرہ . . .

پُوری نہ ہو سکے گی کمی اُس کی تا ابد
نم چشمِ دُشمناں ہے دل دوستاں اداس

مولانا قاسمیؒ کے جنازے میں جمِ غفیر دیکھ کر تو بلا اختیار مُنہ سے نکل گیا . . .

مر گئے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا

مولانا ضیاء القاسمیؒ نے اپنی وراثت میں جو سب سے بڑا خزانہ چھوڑا وہ اُن کے بنائے ہُوئے موحدین کی ایک کثیر تعداد، توحید کا گلشن جامعہ قاسمیہ اور وہ مسجد گول جس کے میناروں سے فاران کی چوٹی والا سبق دہرایا جاتا تھا . . . مولانا صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی حضرتؒ کے جانشین ہیں اللہ انہیں حضرت ہی کے مشن کو زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جب بھی ناموس صحابہ کے لیے قانُون معرضِ وجود میں آئے گا تو مولانا ضیاء القاسمیؒ کی یہ صدا دل پر ضرور دستک دے گی کہ

ہمارا خوں بھی شامل ہے تزئین گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

میری آخری ملاقات حضرتؒ کے ساتھ عید کے دن ہُوئی، جب سارے دوست اُٹھ کر چلے گئے مَیں پھر بھی بیٹھا رہا . . . تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ صُحبت سے فیض یاب ہونے کے بعد مجھے فرمایا اب جاکر تم عید مناؤ مَیں آرام کرتا ہوں . . . مَیں نے عرض کیا حضرت آپ کی دید ہی تو میری عید ہے فرمایا اب آرام کرنے کو جی چاہتا ہے۔ مجھے قطعاً معلوم نہ تھا کہ اب تاریخ کے چہرے کو ضیاء بخشنے والا ضیاء القاسمی، جس پہ خطابت ناز کرتی ہے وہ ضیاء القاسمی آرام کرنے سے کیا مُراد لے رہے ہیں۔ وہ تو شاید آرام کرنے کا کہہ کر یہ اشارہ دے رہے تھے کہ

کل کسی وقت شام سے پہلے
میں تیرا شہر چھوڑ جاؤں گا

حضرت قاسمیؒ کی جُدائی کا غم دلوں پر برسوں تازہ رہے گا۔

تیرے بعد اس محفل میں اندھیرا رہے گا
ہزاروں چراغ جلائیں گے روشنی کے لیے

بقیہ: ربانی شیطانی نظام

محدود رقبہ میں آسانی کے ساتھ اُن کا صفایا ہو جائے، کیونکہ نظام ابلیس کا نافذ کرنے والے اور دجّال کے صفِ اوّل کے حمایتی کوئی اور نہیں یہود ہی ہوں گے، اور واقعات کا تسلسل اور حالات کا رُخ اسی وجود پذیر ہونے والی تاریخ کی نشاندہی کر رہا ہے ۱۹۳۹ء کی جنگِ عظیم کے بعد اقوامِ متّحدہ ورلڈ بینک، سلامتی کونسل اور ریاست اسرائیل کا قیام تو ہو ہی چکا اور پُوری دُنیا سے ایک ایک کر کے تمام یہودی یا یہود کی غالب اکثریت ریاست اسرائیل میں جمع ہو چکی، اب دجّال کی آمد کسی بھی وقت ممکن ہے۔

"انوارِ مدینہ" میں
اشتہار
دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

الحاج سید امین گیلانی

# تیرا بندہ ہوں تو گُن گاؤں گا تیرے اللہ

اور ہے کون، کہوں کس سے مَیں میرے اللہ
دُور کر دے تُو مِرے دل کے اندھیرے اللہ

رات کو نام تِرا لیتے ہُوتے سو جاؤں
نام لے کر تِرا جاگوں مَیں سویرے اللہ

میرا اللہ ہے تُو، اور مَیں تِرا بندہ ہوں
تیرا بندہ ہوں تو گُن گاؤں گا تیرے اللہ

تو وہ پَر بخش، مَیں عقبیٰ کی طرف اُڑ جاؤں
اِس سے پہلے کہ یہ دُنیا مجھے گھیرے اللہ

مَیں وہ پنچھی ہوں کہ جی لوں گا انہیں چُگ چُگ کر
تیری رحمت نے جو دانے ہیں بکھیرے اللہ

مجھ میں اتنی کہاں پرواز وہاں تک پہنچوں
تیری توصیف کے اُونچے ہیں مُنیرے اللہ

اپنی رحمت سے تو مکّے مجھے پہنچا اِک بار
لوں ترے گھر کے وہاں پھیرے پہ پھیرے اللہ

موت کی نیند سُلا دینا وہیں پھر مجھ کو
جب میں پہنچوں ترے محبوبؐ کے ڈیرے اللہ

قُرب میں اُن کے اگر قبر کی جا مِل جائے
رہیں تاحشر وہیں میرے بسیرے اللہ

سُن امینؔ کی یہ دُعا، تیرے نبیؐ کی اُمّت
تیری توحید کے لہراتے پھریرے اللہ

# نل سے وضو کا مشروع طریقہ

بزرگانِ ملّت سے گزارش ہے کہ آج کل نل سے عموماً جو وضو کیا جارہا ہے اس میں طریقہ مسنونہ کا بالکل لحاظ نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے دو خرابیاں عام طور سے پائی جاتی ہیں۔

(۱) طریقہ مسنونہ کے ترک کرنے کی وجہ سے ثواب سے محرومی

(۲) اس کی وجہ سے اسراف کا ارتکاب جو شرعًا حرام ہے۔

**اصلاح :** ہمیشہ یاد رکھیے کہ ہر عمل میں طریقہ رسول کا لحاظ رکھنے میں عمل کی مقبولیت اور ثواب کا وعدہ ہے اور ترک طریقہ رسول میں نہ ثواب ہے اور نہ مقبولیت کا وعدہ۔

اب آپ غور فرمائیں کہ اکثر لوگ نل پر بیٹھتے ہیں تو نل کو شروع سے کھول دیتے ہیں اور آخر تک مسلسل پانی بہاتے ہیں۔ یا ایک دو مرتبہ درمیان میں روکتے ہیں جس سے بے حد و حساب پانی صرف ہو جاتا ہے۔ اس لیے برتن سے وضو کا جو مسنون طریقہ منقول ہے کہ بائیں ہاتھ سے دائیں چلو پر پانی انڈیلو اور جب چلو بھر جائے تو لوٹا سیدھا رکھ کر ہاتھ وغیرہ دھوؤ اسی طرح ہر عضو کے لیے بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ میں پانی لے کر لوٹا کو سیدھا رکھا جاتا ہے۔

بس اسی طرح نل کو بائیں ہاتھ سے کھولیے اور جب چلو بھر جائے نل کو بند کیجیے تب ہاتھ دھوئیے غرض یہ کہ ہر بار کھولیے اور ہر بار بند کیجیے جیسا کہ لوٹے کے ساتھ معاملہ تھا اس طور پر آپ وضو کریں گے تو انشاء اللہ نل سے وضو کا مشروع طریقہ بھی ادا ہوگا اور آپ اسراف سے بچ سکیں گے اس لیے کہ حدیث شریف میں وضو اور غسل میں بھی اسراف کرنے کو منع کیا گیا ہے اگرچہ جاری نہر کے کنارے ہی کیوں نہ ہو۔

الداعی الی الخیر محمد رضا رالعلی مظاہری ناظم مدرسہ اشرف العلوم ماتن پور ڈاک خانہ
کشن داس پور ضلع فتح پور یوپی۔

# قطعۂ تاریخ بوقت حاضری خدمت اقدس حضرت بانیٔ جامعہ قدس سرہ العزیز

بعد عرصہ کے یہ عاجز ہوا حاضرِ خدمت — کرتا ہُوا محسوس بہر طور ندامت
مجبور تھا معذور تھا ہر پہلو سے پھر بھی — رہتی تھی مگر دل میں میرے دید کی حسرت
جیسا بھی تھا جس حال میں دیرینہ دُعاگو — لے آیا اُسے کھینچ کے ہے شوقِ زیارت
صد شکر کہ اللہ نے ہے آپ کو بخشی — خوبیٔ ولایت بھی عبادت بھی ریاضت
ہر چیز سے اللہ نے بے حد ہے نوازا — یہ علم وعمل نظم ونسق فہم و فراست
واللہ کہ اسلاف کی ہر نعمتِ عظمیٰ — اللہ نے ہے آپ کو فرمائی ودیعت
ہیں آپ مفسر بھی محدث بھی فقیہ بھی — حد درجہ عطا حق سے ہُوا علم بھی حکمت
الحمد کہ ہے مرکزِ دیں رو بہ ترقی — دن رات برستی ہے یہاں بارشِ رحمت
ہر ایک پہ ہے نظرِ کرم آپ کی ہر دم — اللہ رکھے آپ کو تا دیر سلامت

اللہ نے ہے آپ کو ہر شیٔ سے نوازا
اک نظرِ کرم صابرِ خستہ پہ بھی "حضرت"

۱۴۰۸ھ

ننگِ اکابر عبد الکریم صابر غفرلہٗ ڈیرہ اسمٰعیل خان
حال وارد لاہور در جامعہ مدنیہ ۲۱/۱۲/۸۷ء

جمیعۃ علماء اسلام صوبہ سرحد کے زیر اہتمام

# ڈیڑھ سوسالہ

# خدمات دارالعلوم دیوبند

# عالمی کانفرنس

۱۵، ۱۶، ۱۷ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ | 9, 10, 11 اپریل 2001ء

بروز پیر، منگل، بدھ

## بمقام واپڈا کالونی تاروجبہ راولپنڈی روڈ ۔ پشاور

جس میں جمیعت علماء ہند کے صدر مولانا محمد اسعد مدنی مدظلہ، دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا مرغوب الرحمٰن اور امام کعبہ کے علاوہ افغانستان، انڈیا، بنگلہ دیش، برطانیہ، متحدہ عرب امارات، افریقہ اور امریکہ کے مندوبین شرکت فرمائیں گے

| | | |
|---|---|---|
| برائے رابطہ ابو معاذ مولانا گل نصیب خان ناظم عمومی جمیعۃ علماء اسلام صوبہ سرحد | فون رابطہ | 0936-761571 |
| جامعہ معارف العلوم الشرعیہ تیمرگرہ ضلع دیر | فون رہائش | 0936- 761368 |
| | فون مدرسہ | 0935-821529 |

# بزمِ قارئین

مخدوم زادہ گرامی لائق صد احترام مولانا سیّد محمود میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و مدیر انوارِ مدینہ لاہور

زیدت محاسنکم و مکارمکم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

بعدہٗ۔ الحمدللہ یہاں ہر طرح حالات قابلِ اطمینان ہیں۔ خدا کرے آپ تمام بھی مع اہلِ خانہ و اہلِ مدرسہ اعزہ و رفقاء سبھی بخیر وعافیت ہوں گے پاکستان کے سفر سے واپسی کے بعد ۷ جون کو رُخصتی کی تقریب سعید ہوئی، آنجناب کے عم محترم مولانا ساجد میاں صاحب بھی تشریف لائے تھے، مَیں نے آپ کے ادارے اور ارادوں کی تفصیل سے مولانا کو مطلع کر دیا تھا جس کے لیے بالیقین اُنھوں نے دُعائیں کی ہوں گی۔ بعض احباب کا پاکستان کا سفر متوقع تھا مگر وہ مؤخر تر ہوتا گیا اور میں دستی خط ارسال کرنے کے خیال میں رہا۔ ابھی قریب ہی میں حامل رقعہ ہذا قاری عبدالسّتار صاحب کا پروگرام پاکستان جانے کا بن گیا اور گزشتہ پندرہ روز قبل آپ کا مؤقر جریدہ "انوارِ مدینہ" سنگِ بُنیاد نمبر اشاعتِ خاص کی شکل میں معزز و ممتاز فرما کر شرف صدور لایا۔ ماشاء اللہ اس کے مطالعہ نے گزشتہ یادوں میں رنگ بھر دیا اور محسوس ہُوا کہ یہ نامہ سیاہ اس مبارک تقریب میں شریک رہا ہے، ندائے ملّت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی دامت برکاتہم اور مولانا فضل الرحمان زید مجدہٗ کے خطابات بہت ہی مؤثّر بلکہ بولتی تحریریں محسوس ہُوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس مُبارک اقدام کو پائے ثبات اور حیاتِ دوام بخشے اور جس علاقے میں اس نیک عمل کا اجرا ہُوا، وہاں پر اس کو "اشرقت الارض بنور ربّھا" کی عملی، حسین اور خوشگوار تفسیر کا مصداق اور فحوا بنائے، بلکہ شمس بازغہ علوم و معارف اور منبع رُشد و ہدایت بنائے پھر اس سب سے بڑھ کر مزید خوشی اس بات سے ہُوئی کہ آپ نے اس حقیر و ناتواں کو یاد رکھا اور رسالہ مذکورہ ارسال فرما کر عزّت افزائی فرمائی کاش کہ یہ عزّت افزائی برابر ہوتی رہے۔ ان سب کی بناء پر تحریر ہذا خدمت میں بطور لفّ رقیمۂ محبّت و تشکر کے ارسال کر رہا ہوں۔ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف۔ رسالہ سے آنجناب کے والد محترم کے بارے میں بھی کافی علمی اور اہم مواد مہیّا ہو گیا، جو یقیناً آپ کے جدّ امجد کی سیرت نگاری میں معاون ہی نہیں بلکہ اس کا اہم جزو ثابت ہو گا، اُمید ہے کہ

جدِ مکرم سے متعلق جملہ معلومات جس کا آپ نے تذکرہ کیا تھا، بھی کسی طرح بھیجنے کی جلدی سے کوشش فرمائیں گے، آئندہ سال انشاء اللہ تفصیل سے آپ کی صحبت و معیت سے استفادہ کیا جائے گا۔ ہو سکے تو مخدوم زادہ محترم مولانا سیّد رشید میاں کو بھی سلام و دُعا کی درخواست پیش کر دیں، نیز دادا جان سے متعلق اپنی معلومات و مواد سے بھی مطلع فرمائیں۔ باقی نامہ سیاہ کو دعوات صالحہ میں خاص طور سے یاد رکھیں۔ اُمید ہے کہ جواب سے محظوظ فرمائیں گے۔

والسلام

محمد مسعود عزیزی ندوی

جامعہ بیت العلوم ہریانہ

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز

نفیس بُک بائنڈرز

ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جِلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے

نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قِسم کی بکس والی جِلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے

مُناسب نرخ پر معیاری جِلد سازی کے لئے رجُوع فرمائیں

۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور

فون 7322408

# مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کا

## بیسواں سہ روزہ سالانہ اجتماع

۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵ مارچ ۲۰۰۱ء

جمعرات جمعہ ہفتہ اتوار

جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور میں منعقد ہوگا

جسمیں

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ

کے سلسلہ کے مجازین

خلفاء کرام، ودیگر علماء کرام ومشائخ عظام ہند وپاک کے

علاوہ، دیگر ممالک سے شرکت فرمائیں گے، تمام مسلمانوں سے شرکت کی استدعا ہے

نوٹ: انشاء اللہ تعالیٰ ۲۴ مارچ بروز ہفتہ بعد از نماز عشاء جامعہ اشرفیہ کے فضلاء کی دستار بندی ہوگی!

نوٹ: شرکت کیلئے باہر سے آنیوالے حضرات کا قیام جامعہ میں ہوگا، موسم کے مطابق بستر ہمراہ لاویں

نوٹ:(۱) اس مرتبہ انشاء اللہ تعالیٰ مورخہ ۲۲مارچ بروز جمعرات بعد نماز عشاء سے اجتماع کا آغاز ہوگا۔(۲) حسب معمول روزانہ بعد نماز عصر اصلاحی مجالس کا خصوصی اہتمام ہوگا۔

منجانب: مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان رجسٹرڈ جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور۔ فون ۷۵۸۱۵۰۴، ۵۸۶۷۲۷۸، ۸۵۰۵۸۳

# وَفیَات

مؤرخہ ۲۸ جنوری کو کراچی میں جامعہ فاروقیہ کے اساتذہ کرام کی گاڑی پر دہشت گردوں کی فائرنگ کے نتیجہ میں جامعہ کے استاذ الحدیث مولانا عنایت اللہ صاحب مولانا حمید الرحمٰن صاحب مفتی اقبال صاحب اُن کے بیٹے حافظ طلحہ اقبال .......... شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

یہ عُلماء کرام تدریس کی غرض سے جامعہ کی گاڑی پر صبح کے وقت جامعہ فاروقیہ جارہے تھے کہ اچانک دہشت گردوں نے فائرنگ کر کے ان بے ضرر با خدا ہستیوں کو لہولہان کر دیا۔ گزشتہ چند برسوں سے عُلماء دیوبند کے سازشی قتل وقتال کا سلسلہ جاری ہے۔ جِسے دہشت گردی یا مذہبی منافرت کا نتیجہ قرار دے کر پسِ پردہ حقیقی قاتلوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عُلماء کے خُونِ ناحق کا سلسلہ دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے اگر اس ظلم و بربریّت کے آگے بند نہ باندھا گیا تو اس کا نتیجہ اسلام ملک اور پُوری قوم کے لیے خسارہ کا باعث ہوگا کیونکہ عُلماء حق کا وجود اور اُن کی سلامتی قوم و ملّت کی سلامتی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ شہید ہونے والے عُلماء کرام کی مغفرت فرمائے اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرما کر اُن کی کفالت فرمائے۔ جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کو بھی اس حادثہ پر اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرمائے اور جامعہ اور دیگر دینی اداروں کی حفاظت فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اس حادثہ کو اپنا حادثہ تصوّر کرتا ہے۔

❋

جامعہ مدنیہ جدید کے خیر خواہ جناب ابرار صاحب کی والدۂ محترمہ مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن مرحومہ بہت نیک اور سادہ خاتون تھیں۔ دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور ابرار صاحب اور دیگر پسماندگان کو صبرِ جمیل نصیب ہو۔ آمین۔

مرحومہ کے لیے جامعہ جدید میں ایصالِ ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

❋

# اخبار واحوال جامعہ مدنیہ (جدید)

## محمد آباد رائے ونڈ روڈ لاہور

○ حضرت مولانا موصوف بروز ہفتہ مورخہ ۲۰-۱-۲۰۰۱ بارہ بجے دوپہر برائے تحصیل جتوئی علی پور مظفر گڑھ کے لیے روانہ ہوئے رات کو دس بجے قاری غلام سرور خادم حضرت اقدس سیّد حامد میاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے گھر بستی جلو سہو تحصیل جتوئی میں قیام فرمایا۔ صبح دس بجے حاجی منظور احمد سابق مینیجر انوارِ مدینہ ترجمان جامعہ مدنیہ جدید کے ولیمہ میں شرکت فرمائی۔ ولیمہ میں جناب اللہ داد صاحب نمبردار موضع سہو وجناب سیّد محسن شاہ صاحب و دیگر معززین سے ملاقات فرمائی دس بجے سے قبل قاری غلام سرور صاحب کے گھر اور باقی خاندان کے افراد کے گھر دُعا فرمائی بارہ بجے بستی جلو سہو سے روانہ ہوکر علی پور جبیب المدارس بستی پاکی والی میں مشکوٰۃ شریف کے افتتاح کی تقریب میں شرکت فرمائی وہاں ضلع مظفر گڑھ کے مدارس کے مہتمم صاحبان سے ملاقات ہوئی آخر میں حضرت کے علماء کرام کے سامنے حدیثِ احسان پر دلپذیر بیان سے طلباء اور علماء مستفید ہوئے اور آخر میں دُعا کی۔ حضرت مولانا حافظ جبیب اللہ صاحبؒ فاضل دیوبند کے فرزند مہتمم جامعہ امدادیہ جبیب المدارس فاضل جامعہ مدنیہ پروفیسر گورنمنٹ کالج علی پور جناب مولانا محمد مکی صاحب نے بہت اعزاز و اکرام کے ساتھ حضرت کو رُخصت کیا اس متبرک مجلس کے بعد مولانا محمد لقمان صاحب علی پوری مرحوم کے بھانجے مولانا جبیب اللہ صاحب و دیگر علماء کرام سے علی پور جاکر اُن کی وفات پر تعزیت فرمائی۔ نماز مغرب کے قریب علی پور سے روانہ ہوکر ہیڈ پنجند سے ہوتے ہوئے مدرسہ دار الھدیٰ بستی جانگلہ موضع پور تحصیل جتوئی کے مہتمم حافظ محمد رفیع صاحب فاضل بنوری ٹاؤن کراچی کے مدرسہ میں اُن کے شدید اصرار پر تشریف لے گئے وہاں طلبہ سے ملاقات کے بعد دُعاء فرمائی وہاں سے روانہ ہوکر رات کو قیام قاری غلام سرور صاحب خادم جامعہ مدنیہ جدید کے گھر بستی جلو سہو میں فرمایا۔

○ ۲۲-۱-۲۰۰۱ صبح آٹھ بجے بستی جلو سہو سے روانہ ہوکر دار العلوم کبیر والہ ضلع ملتان حضرت مولانا محمد انور صاحب فرزند ارجمند حضرت مولانا علی محمد صاحب مہتمم دار العلوم کبیر والہ میں دوپہر کا کھانا تناول فرمایا کبیر والہ سے حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب مرحوم کے جلسہ تعزیت میں فیصل آباد تشریف لاکر

شرکت فرمائی اور مختصر بیان کیا فیصل آباد سے روانہ ہو کر رات کا کھانا جڑانوالہ میں جناب شیخ حاجی تاج دین صاحب مرید حضرت اقدس سیّد حامد میاں صاحب نور اللہ مرقدہ کے گھر میں کھایا۔

فیصل آباد سے جناب علّامہ خالد محمود صاحب مدظلہم بھی شریک سفر ہوگئے۔ رات ایک بجے بروز منگل جڑانوالہ سے لاہور بخیریت واپس تشریف لائے۔

○ ۲۶ر جنوری بروز جمعہ طالبان پر اقوامِ متحدہ کی ناجائز اور ظالمانہ پابندیوں کے خلاف جمعیت علماء اسلام کی طرف سے شہداء مسجد کے قریب مظاہرہ ہوا حضرت مہتمم صاحب مدظلہم بھی اس میں شریک ہوئے۔

○ ۸ر فروری، جامعہ جدید کے معاون اور خیر خواہ جناب چودھری سعید صاحب بعد ظہر تشریف لائے جامعہ کی تعمیر و ترقی اور تعلیمی سرگرمیاں دیکھ کر خوشی اور مسرّت کا اظہار کیا جناب حافظ مجاہد صاحب بھی اس موقع پر موجود تھے۔

○ ۱۰ر فروری، حضرت مہتمم صاحب مدظلہم نے بعد عشاء اتحاد کالونی میں درسِ حدیث دیا اور سیرت النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے موضوع پر بیان فرمایا۔

○ ۱۲ر فروری، بعد ظہر حضرت مہتمم صاحب کے ایک مخلص رفیق جناب نوید تجمل صاحب تشریف لائے جامعہ جدید کی تعمیر و ترقی دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔

○ ۱۴ر فروری، بعد مغرب مولانا محب اللہ صاحب لورالائی بلوچستان سے تشریف لائے جامعہ کے احوال پر حضرت مہتمم صاحب مدظلہم کے ساتھ مفصل گفتگو ہوئی۔

○ ۱۵ر فروری، بعد مغرب جناب آفتاب احمد صاحب کراچی سے تشریف لائے حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ جامعہ جدید کے احوال پر گفتگو ہوئی۔

○ ۲۰ر فروری، مانچسٹر سے جناب شاہد صاحب کے عزیز مجیب الرحمٰن صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لے گئے جامعہ کے نظم و نسق اور تعلیم کو دیکھ کر خوشی اور مسرّت کا اظہار کیا۔

○ ۲۱ر فروری، ۱۰:۳۰ ہجویری کالج گلبرگ میں اسلام اور ایمان کے موضوع پر حضرت مہتمم صاحب کا رُوح پرور بیان ہوا۔

○ ۲۴ر فروری، مولانا محمود صاحب درخواستی فرزند مولانا عبدالرحیم درخواستی خانپور سے تشریف لائے ۲۲ر مارچ کے جلسہ میں شرکت کی دعوت دی۔